قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم

جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — جون 2009ء

مسلسل اشاعت کے ۱۲ سال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ لولاک ملتان

شمارہ ۶ — جلد ۱۳

یارِ غار — لمحاتِ زندگی

ملک میں امن و امان کی دگرگوں حالت

دینی مدارس اور دہشت گردی کی تازہ لہر

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر کا سفرِ آخرت

غازیِ اسلام، غازیِ پاکستان

ترکی کی جامع مسجد کا بیرونی منظر

www.khatm-e-nubuwwat.com
www.lolaak.clickhere2.net
www.laulak.info

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ: ۳ ● جلد: ۱۳

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ

صاحبزادہ طارق محمودؒ

مجلسِ منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاعبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا فقیر اللہ اختر	مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن
مولانا محمد نذر عثمانی	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا غلام حسین	مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا غلام مصطفےٰ	مولانا محمد حسین ناصر
چوہدری محمد اقبال	غلام مصطفےٰ چوہدری ایڈووکیٹ
مولانا عبدالرزاق	مولانا محمد قاسم رحمانی
مولانا عبدالستار حیدری	مولانا عبدالحکیم نعمانی

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالی

زیر سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب

نگرانِ اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

مرتب: مولانا غلام رسول دینپوری

کمپوزنگ: یوسف ہارون

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4583486 4514122

ناشر: عزیز احمد مطبع: تشکیل نو پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم

ملک عزیز میں امن وامان کی دگرگوں حالت	صاحبزادہ عزیز احمد	3

مقالات ومضامین

یار غارؓ لمحات زندگی!	از: محبوب فروغ احمد قاسمی	5
29 اپریل آزاد کشمیر کا تاریخی دن ...... یوم ختم نبوت!	حافظ محمد مقصود کشمیری	18
سروے فارمز کی تقسیم اور مدارس کا موقف!	قاری محمد حنیف جالندھری	21
دینی مدارس اور دہشت گردی کی تازہ لہر!	// //	23
غدار اسلام ...... غدار پاکستان!	فیاض حسن سجاد	26
شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کا سفر آخرت!	مولانا اللہ وسایا	28
قرآن کی اجمالی تاریخ!	تلخیص: عبدالرحمٰن لدھیانوی	35
مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ!	مولانا امداد اللہ انور	43

ردقادیانیت

ضمیمہ آئینہ قادیانیت	مولانا مفتی محمد انور	46

متفرقات

تبصرہ کتب	ادارہ	52
جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	53

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم!

ملک عزیز میں امن وامان کی دگرگوں حالت

لولاک کی گذشتہ اشاعت میں ’’معاہدہ امن سوات‘‘ کی نیشنل اسمبلی سے منظوری اور صدر مملکت کے دستخط ہوجانے پر ایک گونہ اطمینان کے بعد اس خدشہ کا اظہار کیا تھا کہ امریکہ اس معاہدہ کو کبھی بارآور نہیں ہونے دے گا۔

چنانچہ بعد میں رونما ہونے والے واقعات نے ہمارے اس خدشہ کو سو فیصد حقیقت کا روپ دے دیا۔ ہوا یوں کہ جونہی سرحد کی حکومت نے صوفی محمد صاحب سے معاہدہ کیا اور اس کے نتیجہ میں سرحد حکومت نے تھانہ وائز قاضیوں کے تقرر کا عملی اقدام کیا تو صوفی محمد نے قریہ قریہ پھر کر تمام فریقوں کو اعتماد میں لے کر امن قائم کرنے کی داغ بیل ڈالی۔ امریکہ اور اس کے اتحادی اور اس کے حواریوں نے الیکٹرونکس میڈیا اور پریس میڈیا نے آسمان کو سروں پر اٹھالیا اور گویا معاہدہ کیا ہوا امریکہ پر کوئی حملہ ہوگیا ہے۔ دن رات اس نظام قضاء کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا کہ الامان الحفیظ۔ حالانکہ تقریباً سوات کے دور دراز علاقوں میں معمولات زندگی بحال ہوگئے تھے۔ ترک علاقہ کرنے والوں نے اپنے گھروں کو آنا شروع کردیا اور یہ صورت حال کہ پاکستان کے اس علاقہ میں امن قائم ہوجائے اس علاقہ کے متعلق اختیار کردہ امریکی منصوبہ کی مکمل ناکامی تھی۔ اس نے اپنی ناکامی دیکھتے ہی رونا دھونا نہیں بلکہ چیخنا چلانا شروع کردیا۔ صدر مملکت اسلامیہ جمہوریہ پاکستان نے اس معاہدہ پر اپنے تحفظات کا اظہار اور دستخط نہ کرنے کے اختیارات کا استعمال کرکے اسے ہفتوں معرض التواء میں ڈالا۔ سرحد حکومت نے اپنی رپورٹ پیش کی اور امن قائم ہوجانے کی رپورٹیں آنے لگیں تو معاملہ قومی اسمبلی میں گیا۔ وہاں کامیابی ہوئی تو دستخط ہوگئے۔ ادھر الطاف بھائی نے اس معاہدہ کو طالبان کی کامیابی کا واویلا کیا۔ طالبان کے کراچی میں داخل ہونے کا شور وغل بلند کیا۔ صبح وشام کے پروپیگنڈہ کے باوصف قومی اسمبلی اور صدر مملکت کی منظوری کے بعد امریکی ایجنسیوں وایجنٹوں نے کام دکھلایا۔ کھلونا نما بم کا کھیل کھیلا۔ معصوم پاکستانی بچوں کے ٹکڑے ہوئے تو ان کے خون کو امریکہ بھیڑیا نے چالاکی کے ساتھ طالبان کے چہرے پر مل دیا۔ رحمٰن ملک اور ان جیسے تمام امریکی کردار متحرک ہوگئے۔

قارئین یقین فرمائیے! وہاں کوئی طالبان نہیں۔ ان کے فرضی نام پر امریکی منصوبہ، امریکی دولت وذہنیت، بھارت کی کاوش، افرادی وتربیتی مدد کو جو لوگ طالبان کی جہادی کاروائیاں سمجھ رہے ہیں وہ بجائے خود ذہنی تعزیت کے مستحق ہیں۔

محسود سے لے کر ہر چھوٹے سے چھوٹے مہرہ تک سب امریکی وبھارتی کردار ہیں اور کچھ نہیں۔ (البتہ کچھ مخلص جنہوں نے اپنے عقل کی جگہ بھی اخلاص کو کھوپڑی میں سجا رکھا ہے۔ ان کا استثناء کیا جاسکتا ہے) لیکن اس سے شاید کوئی بھی اختلاف نہ کرے کہ اسلام کے نام پر اسلام والوں کو بدنام کیا جارہا ہے اور بس! اور یہی امریکی

کوشش ہے اور باقی سب ہوس۔ جگہ جگہ حملے اور قبضے کے پروپیگنڈہ سے امریکہ نے میدان مار لیا کہ ہمارے محافظوں کو آگ وخون کے سمندر میں دھکیل کر ہمارے ہاتھوں ہمارے بھائیوں کا قتل عام پہلے سے زیادہ منظم طریق پر شروع ہے۔

مسلم قوم کی مسلم مقتدر قوتوں کے ہاتھوں یہ نسل کشی کیا رنگ لائے گی۔ اس کے کتنے بھیانک نتائج ہوں گے۔ مشرقی پاکستان کا کھیل یہاں تو نہیں کھیلا جارہا۔ یہ آنے والے وقت پر چھوڑ کر آگے چلیں تو اس کاروائی میں جناب صوفی محمد بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ جلسہ عام میں لاکھوں انسانوں کے شرکت سے ان کے حواس اتنے گم ہوئے کہ ان کی زبان فتوؤں کی بجائے آگ اگلنے لگی۔ سرحد حکومت نے بھی آخری وار کیا کہ ان کی مشاورت کے بغیر عدالتی جج صاحبان کا تقرر قاضیوں کے نام پر کر دیا۔ زندہ باد امریکہ کہ ایسا حربہ استعمال کیا جس سے صوفی محمد صاحب کے حواری بھڑک اٹھے۔ نتیجتاً سوات میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ امریکی ایجنٹوں نے طالبان کے نام پر پاک فوج کے جوانوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ دونوں انتہاء کے کناروں پر مسلمانوں کو کھڑا کر کے اسلام ومسلمانوں کو ہی ذبح کیا جارہا ہے۔ آگ لگی رہے، بدامنی پھیلتی رہے، اسلام اور مسلمان بدنام بھی ہوں اور ان کی نسل بھی مٹ جائے۔ سنجیاں ہوئن گلیاں تے وچ رانجھا یار پھرے (سب اہالیاں بستی نیست ونابود ہو جائیں تاکہ رانجھا آزانہ پھر سکے) یہی کچھ ہونے کو چلا ہے۔ کتنا وقت لگے گا۔ ایسے ہو جائے گا؟ اس پر تو دورائیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن امریکہ یہی چاہتا ہے۔ اس پر کوئی ذی رائے وعقلمند اختلاف نہیں کر سکتا۔ سوال ہے کہ امریکہ ایسے کیوں چاہتا ہے؟:

۱...... یہ امر طے شدہ ہے اور امریکہ بھی اس حقیقت کا مکمل ادراک رکھتا ہے کہ اسے آج یا کل بہر حال افغانستان وعراق سے نکلنا ہے۔ اسے ایران، عراق، افغانستان، بلکہ روسی ریاستوں تک کی نگرانی وکاروائی کے لئے ایک محفوظ پٹی درکار ہے اور وہ صرف اور صرف آزاد قبائل کی ہی ہے۔ وہ اس سے مسلمانوں کو تہس نہس کر کے ڈرادھمکا کر خالی کرانا چاہتا ہے اور باقی جو نظر آرہے ہیں یہ سب ڈرامے کے مختلف سٹیج ہیں یا مختلف امریکی کردار نظر آرہے ہیں: ہیں یہ کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

۲...... پاکستان کو اور اسلام کو اتنا بدنام وبدحال کر دیا جائے تاکہ اس کے ایٹمی اثاثوں پر بلاخوف مکمل قبضہ کیا جاسکے۔

خاکم بدہن! اللہ کرے کبھی ایسا نہ ہو۔ لیکن ڈر ہے کہ امریکہ ایٹمی اثاثوں کو منتقل کرنے کے بہانے اس علاقہ میں ایک آدھ دھماکہ کر کے اس علاقہ کو ویتنام بنا کر پھر اس کے ملبہ پر محفوظ پٹی کے حاصل ہو جانے کا جشن نہ منانے لگ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری بات کو کبھی پورا نہ کرے۔ آمین ۰ ثم آمین!

لیکن خدشات روز بروز بڑھ رہے ہیں۔ جمہوری حکومت کی نفی، حساس اداروں کی تعریف، آخر امریکہ ہمیں کدھر لے جارہا ہے؟ صرف آزاد قبائل کے حالیہ اپریشن میں پانچ لاکھ سے زیادہ انسانوں کو نقل مکانی کی وحشت ناک واذیت ناک کیفیت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔

یارغارؓ، لمحات زندگی!

از: محبوب فروغ احمد قاسمی

اس فقید المثال شخصیت کی زندگی کو، جو اس آب گل میں رسول اللہ ﷺ سے صرف دو اڑھائی سال بعد آنکھیں کھولتی ہے۔ بچپن سے ہی یارانہ ہو جاتا ہے۔ فطرت کی سلامتی، راست بازی کی وجہ سے تجارتی اسفار میں ساتھ رہتا ہے اور جب نوزائیدہ اسلامی مملکت کی داغ بیل پڑتی ہے کہ وزیر معتمد، ومشیر خاص ثابت ہوتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اس طرح سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

(بانگ درا)

اوّل مسلمان: جب کہ آپ کی عمر ۳۸ سال تھی۔ اسلام کا آفتاب طلوع ہوا۔ حضرت ابوبکر بغرض تجارت یمن کے سفر پر تھے۔ لوٹے ہی تھے کہ مکہ کا پورا گروہ، احباب، ابوجہل، عتبہ، شیبہ وغیرہ آپ کے گرد گھیرا ڈال دیا اور نوزائیدہ دین اسلام کی اطلاع دی۔ نیز فراست ابوبکری، وتجربہ صدیقی سے فائدہ اٹھانا چاہا کہ عبداللہ کے یتیم بیٹے محمدؐ نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبر ہیں اور ان پر حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے ہیں۔ اس لئے لوگ بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس فتنے کی روک تھام میں تمہاری اصابت رائے کی ضرورت ہے اور اگر یہ فتنہ بعجلت تمام دبایا نہ گیا تو آبائی اقدار کا تسلط ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ ادھر حضرت ابوبکر صدیقؓ، رسول اللہ ﷺ کے دوست، تجارتی سفروں کے رفیق اور آپ کی پاکیزہ سیرت واخلاق کے عینی شاہد تھے۔ اپنی دور اندیشی، ومعاملہ فہمی اور اصابت رائے کی قوت سے حقیقت تک پہنچ گئے۔ احباب سے فرصت پا کر در رسالت پر پہنچے، وحی ونبوت سے متعلق آپ کی زبان سے سنا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۸) بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ نبوت ملنے کے بعد حضور ﷺ آپ کے گھر تشریف لے گئے اور اسلام کی پیش کش کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے بلاچوں وچرا مان لیا۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ کہا کرتے کہ: ''جس پر بھی اسلام پیش کیا، کچھ نہ کچھ تردد کا اظہار ضرور پایا، سوائے ابوبکرؓ کے، اس نے بلاچوں وچرا قبول کر لیا۔'' (سیرت ابن اسحاق بحوالہ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۷)

حضرت ابن عباسؓ سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے حضرت حسان بن ثابت کے اس قصیدے کا حوالہ دیا۔ جس میں حضرت حسان نے حضرت ابوبکرؓ کی شان میں کہا ہے:

اذا تذکرت شجواً من أخی ثقة — فاذکر أخاك أبا بکر بما فعلا
والتالی الثانی المحمود فشهدهٔ — وأول الناس طراً صدق الرسلا
والثانی اثنین فی الغار المنیف وقد — طاف العدو به اذ صعد الجبلا

(دیوان حسان بن ثابت شرح یوسف عید، ط: ۱۴۱۲، بیروت ص ۲۸۲، قافیۃ اللام قصیدہ خیر البریۃ)

جب آپ کو کسی معتمد بھائی کی تکلیف یاد کرنی ہو تو حضرت ابوبکرؓ کے کردار کو یاد کر لیجئے۔ جو رسول اللہ ﷺ سے متصل ہیں۔ دوسرے ہیں۔ جن کی مشکلات میں موجودگی کی تعریف کی گئی ہے۔ تمام لوگوں میں سب سے اوّل انسان ہیں۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی ہے۔ غار حرا میں دو میں کے دوسرے ہیں، اور جب پہاڑ پر چڑھائے تو دشمن نے ان کے اردگرد چکر لگایا۔

صدیق و عتیق: اس فرد آہن میں کبھی جنبش نہیں آئی۔ ابتداء سے انتہاء تک ایسی ثبات قدمی کا مظاہرہ کیا کہ کبھی تو صدیقیت کے خطاب سے نوازا گیا تو کبھی عتیق من النار کا اعزاز بخشا گیا۔ اس سلسلے میں گرچہ آراء مختلف رہی ہیں کہ آیا عتیق وصدیق کا خطاب، آپ کے نام کا جزء کب بنا، لیکن صحیح بات تو یہی ہے کہ یہ اسلامی دور کا اعزاز ہے۔ جس سے آپ نوازے گئے۔ ذیل میں ہم ایسی روایتیں ذکر کرتے ہیں جن سے ہمارے دعوے کو تقویت ملتی ہے۔

امام ترمذی نے حضرت عائشہؓ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز حضرت ابوبکرؓ، حضور اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''أنت عتیق اللہ من النار فیومئذ سمی عتیقاً'' کہ تم اللہ کی جانب سے جہنم کی آگ سے آزاد ہو، چنانچہ اسی دن سے ان کا نام عتیق پڑ گیا۔ (ترمذی ج۲ ص۲۰۸) بزار اور طبرانی نے یہی روایت نقل کی ہے اور اس میں حضرت عائشہؓ کے بجائے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہیں اور آخر میں اتنا اضافہ اور ہے: ''وکان قبل ذلک اسمہ عبداللہ بن عثمان'' کہ اس سے پہلے وہ عبداللہ بن عثمان کے نام سے جانے جاتے تھے۔ (مجمع الزوائد ج۹ ص۴۰)

اسی طرح واقعہ معراج کی جب اطلاع، قریش مکہ کو ہوئی تو فاتحانہ انداز میں مذاق اڑایا اور سمجھا کہ محمد کو جھٹلانے کا یہ موقع خوب ہاتھ آیا۔ دوڑے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے۔ دیکھو! اب تمہارے دوست محمد (ﷺ) نے نیا شوشہ چھوڑا ہے۔ کہتا ہے کہ راتوں رات بیت المقدس گیا۔ پھر وہاں سے آسمانی دنیا کا سیر کیا۔ رب سے مناجات ہوئی اور پھر واپس بھی آ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے صرف اتنا معلوم کیا کہ کیا واقعی انہوں نے یہی بات کہی ہے تو سب نے بیک زبان تصدیق کی تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اگر وہ کہتے ہیں تو بالکل سچ کہتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپؐ کو صدیق کا لقب دیا۔ (البدایہ والنہایہ ج۳ ص۱۱۳) طبرانی کی ایک روایت ہے کہ حضرت علیؓ قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ کا نام صدیق، آسمان سے اترا ہے۔ (مجمع الزوائد ج۹ ص۴۱)

ایں شہادت گہے الفت میں قدم رکھنا تھا: قبیلۂ تیم جس سے آپ کا نسبی تعلق تھا۔ قریش میں کچھ زیادہ اہمیت کا حامل نہیں تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ابھی تک یہ قبیلہ اسلام کی حلاوت سے آشنا نہ تھا کہ وقت پر کچھ کام آ سکے۔ نیز آپ کی جسمانی ساخت بھی حضرت عمر وحمزہؓ کی طرح مضبوط نہیں تھی کہ بچاؤ کیا جا سکے۔ لیکن ان سب کے باوجود، نئے دین کے دوررس تقاضوں کو صدیق کی ذات انگیز کیونکر کر سکتی تھی۔ لہٰذا نہ دل میں مکہ کے سرداروں کا خوف آنے دیا جو سارے عرب میں محض اس لئے باعزت سمجھے جاتے تھے کہ بیت اللہ کے پیروہت اور متولی ہیں اور نہ ان کے دشمنانہ رویوں اور نہ مخالفانہ طرز سے آپ کے پائے مبارک میں لغزش آئی۔ بلکہ اپنی زندگی کا اصل مشن ہی تبلیغ اسلام کو بنا لیا اور نئے دین کی اشاعت میں کسی قسم کا رخنہ آنے نہیں دیا۔ خواہ اس سلسلے میں انہیں کتنا کچھ بھی ستایا جاتا۔

لیکن آپ تھے کہ اسلام کی تبلیغ کئے جارہے تھے۔ایک مرتبہ حضورﷺ بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔اتنے میں عقبہ بن ابی معیط آ گیا اور آپﷺ کی گردن مبارک میں چادر کا گھیرا ڈال کر بل دینے لگا۔حضرت ابوبکرؓ کو جب معلوم ہوا تو دوڑے آئے،عقبہ کو پکڑ کر دھکا دیا اور کہا کہ اے لوگو! کیا تم اس شخص کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ یہ کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔(بخاری ج۱ص۵۲۰)

ایک اور موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے صحن حرم میں جہاں قریش کا مجمع تھا۔علانیہ تبلیغ شروع کی،کافروں نے حضرت ابوبکرؓ کو پکڑ لیا اور بے تحاشا مارنا شروع کیا۔عقبہ بن ربیعہ نے چہرے پر جوتے اتنے مارے کہ پہچانا نہیں جاتا تھا۔جب قبیلہ تیم کو معلوم ہوا تو آ کر چھڑایا،گھر لے گئے۔لیکن حالت نازک ہوگئی۔جس پر قبیلہ کے لوگوں نے عتبہ کو دھمکی بھی دی۔شام تک بے ہوشی ہورہی،جب ہوش آیا تو سب سے پہلے حضورﷺ کی خیریت معلوم کی اور اس وقت تک چین نہیں آیا جب تک کہ خود آ کر حضورﷺ سے دارارقم میں ملاقات نہ کرلی۔(البدایہ والنہایہ ج۳ص۳۰)

کچھ سعید روحوں کا قبول اسلام: آپ کی کوششیں رائیگاں نہیں گئیں۔بلکہ رفتہ رفتہ اسلام پھیلنے لگا اور ایسے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے جو بعد میں چل کر ستون اسلام ثابت ہوئے۔ان سب میں آپ کی بے لوث تبلیغ کا اثر تھا۔ان سعید روحوں میں جنہوں نے آپ کی وجہ سے اسلام قبول کیا۔ان میں ممتاز حضرات یہ ہیں۔۱......خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ۔۲......حضرت عمرؓ کے بعد چیف الیکشن حضرت عبدالرحمان بن عوف۔
۳......حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ۔۴......حضرت زبیر بن العوام۔۵......فاتح قادسیہ،حضرت سعد بن ابی وقاص۔
۶......فاتح شام حضرت ابوعبیدہ بن الجراح۔(تاریخ طبری ج۲ص۴۷۶،البدایہ والنہایہ ج۳ص۳۰)

یہ سارے حضرات عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔حضرت ابوبکرؓ کی شبانہ روز محنت کے نتیجے میں اسلام لائے۔اسی لئے اپنے وغیر سب نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ وہ پہلے شخص ہیں جن کی وجہ سے اسلام کو ملکی معاشرے میں اہمیت وتقویت حاصل ہوئی۔پھر حضرت حمزہ وحضرت عمرؓ کے اسلام کی وجہ سے استحکام ہوا۔محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

’’وہ (مستشرقین) کہتے ہیں کہ جس ایمان کا مظاہرہ ابوبکرؓ نے کیا،اور جس طرح انہوں نے رسول اللہﷺ کے ہر قول وفعل کی تصدیق کی وہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ اسلام یقیناً خدا کی طرف سے ہے۔کیونکہ باطل مذہب اور ایک جھوٹا شخص کبھی اپنے ماننے والوں کے دلوں میں ایسا ایمان پیدا نہیں کرسکتا ہے۔‘‘

(ابوبکر صدیق مترجم محمد احمد پانی پتی ص۴۸،بحوالہ عشرہ مبشرہ اردو ص۴۷)

اسلام کی خاطر مالی قربانی: روایتوں میں آتا ہے کہ قبول اسلام کے وقت حضرت ابوبکرؓ چالیس ہزار درہموں کے مالک تھے۔لیکن ہجرت کے وقت صرف پانچ ہزار باقی رہ گئے تھے۔انہیں انہوں نے راستہ کے خرچ کے لئے ساتھ رکھ لیا تھا۔پورے پینتیس ہزار درہم ابوبکرؓ نے اسلام کی راہ میں خرچ کئے۔ان غلاموں وباندیوں کو آزاد کرایا جو پہلے سے ہی غلامیت کی وجہ سے نامساعد حالات سے دوچار تھے۔قبول اسلام نے ان کے کافر آقاؤں کو ظالم وجابر بنادیا۔مگر یہ وہ نشہ تھا جو اذیتوں کی ترشی کی وجہ سے اتر نہیں سکتا تھا۔حضرت ابوبکرؓ نے ان

ظالموں کو منہ مانگی قیمتیں دے کر متعدد غلاموں اور باندیوں کو آزاد کرایا۔ (طبقات ابن سعد ج۳ ص۱۷۲) ان میں مشہور ومعروف: مؤذن رسول حضرت بلال حبشیؓ، ان کی والدہ حمامہ، عامر بن فہیرہ، حضرت ابوفکیہ، حضرت زنیرہ، حضرت ام عبس، حضرت نہدیہ، اور ان کی صاحبزادی اور بنی مؤمل کی لونڈی لبینہ، یا لبیبہ ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج۳ ص۵۸، سیرت محمد بن اسحاق اردو ترجمہ ص۲۶۴) پھر آزاد کرنے کے بعد کبھی احسان نہ جتلایا، ایک موقع پر حضرت بلالؓ سے اذان دینے کے لئے کہا تو حضرت بلالؓ نے برجستہ کہا کہ اے ابوبکرؓ! کیا تم مجھے اپنی خلافت کے زعم میں حکم دے رہے ہو، یا پھر وہ احسان جتلا رہے ہو، جو تم نے خطیر رقم خرچ کر کے مجھے آزاد کرایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں تو حضرت بلالؓ نے درخواست ٹھکرادی۔ ابوقحافہ جو حضرت ابوبکرؓ کے والد تھے اور اب تک مسلمان نہ ہوئے تھے، کہا کرتے تھے کہ بیٹا! اگر ان کمزوروں کے بجائے، مضبوط جوانوں کو آزاد کرواتے تو وہ تمہارے لئے قوت بازو بنتے، اور تمہاری پشت پناہی کرتے، حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا: ابا جان! میں تو وہ اجر چاہتا ہوں جو اللہ کے یہاں ہے۔ قرآن نے بالکل درست کہا ہے۔ (سیرت محمد بن اسحاق اردو ص۲۶۴) ’’وسیجنبها الأتقى الذي يؤتي ماله يتزكى وما لأحد عنده من نعمة تجزى، إلا ابتغاء وجه ربه الأعلى ولسوف يرضى ‘‘ اور اس سے دور رکھا جائے گا وہ نہایت پرہیزگار جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے۔ اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔ جس کا اسے بدلہ دینا ہو۔ وہ تو اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے یہ کام کرتا ہے اور ضرور وہ اس سے خوش ہوگا۔

مجھے تمہاری امان کی ضرورت نہیں: قریش مکہ کے مظالم، صرف غلاموں اور لونڈیوں تک محدود نہیں رہے۔ بلکہ دست درازیاں، آزاد مرد وزن کو پریشان کر رہی تھیں۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہر آنے والا وقت ایک نئی مصیبت کا پیغام ہوا کرتا تھا۔ اللہ پاک نے ایسے موقع پر ہجرت حبشہ کا اشارہ دیا اور مسلمان ایک صلح جو نرم طبیعت بادشاہ نجاشی کی پناہ میں منتقل ہونے لگے۔ اس دوران حضرت ابوبکرؓ جو اپنے جرأت ایمانی اور پر استقلال عزم وحوصلہ سے لیس ہو کر خدمت اسلام میں منہمک تھے۔ لیکن طرح طرح کی مصیبتوں سے تنگ آ کر ہجرت حبشہ کا عزم کر کے نکلے۔ ’’برق الغماد تک پہنچے تھے کہ ابن الدغنہ‘‘ (جو کہ مکہ کا قارہ اور با اثر ورسوخ باشندہ تھا) سے ملاقات ہوگئی۔ ابن الدغنہ، حضرت ابوبکرؓ کی اصابت رائے، غم خواری خاص وعام سے واقف ہی نہیں متاثر تھا۔ پوچھنے لگا، ابوبکر! کہاں کا قصد ہے، حضرت ابوبکرؓ نے ارشاد فرمایا کہ میری قوم نے مجھے تکلیفیں پہنچائیں۔ یہاں تک کہ میرا شہر میرے لئے تنگ کر دیا۔ اب اس شہر کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اس پر ابن الدغنہ نے اپنی امان میں لیا، اور کہا کہ ابوبکرؓ کا جیسا انسان اس شہر سے باہر نہیں جا سکتا۔ جو مہمانوں کی مہمان نوازی کرتا ہے۔ غریبوں کے ساتھ خیر خواہی، مفلسوں ونا داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔ ابن الدغنہ ان کو واپس مکہ لایا اور اپنی امان کا اعلان کر دیا۔ لوگوں کو ملامت بھی کی۔ قوم اس بات پر راضی ہوئی کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے گھر میں ہی قرآن کی تلاوت کیا کریں گے۔ تاکہ قوم کے بچے اور عورتوں کو فتنہ میں مبتلا نہ کرسکیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے صحن ہی میں ایک جگہ تلاوت کے لئے مختص کر لی۔ لیکن آپ اس قدر رقیق القلب تھے کہ جب تلاوت فرماتے تو عورتیں اور بچے اپنی چھتوں پر چڑھ کر آپ کی تلاوت

سنتے۔ جس سے وہ متاثر ہوتے جاتے تھے۔ قوم کو یہ کیوں کر گوارا ہوسکتا تھا۔ فوراً ابن الدغنہ سے اس کی شکایت کی۔ ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ یا تو آپ میری امان میں رہیں یا تلاوت اس طرح نہ کریں۔ جس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ مجھے تمہاری امان کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے میرے اللہ کی امان کافی ہے۔ ابن الدغنہ نے بھی اس نقص امان کا اعلان قوم میں کردیا۔ پھر وہی ابتلاء وآزمائش شروع ہوگئی جو برسوں سے چلی آرہی تھی۔ بلکہ اس میں اور بھی تشدد پیدا ہوتا چلا گیا۔ (البدایہ والنہایہ ج۳ ص۹۴،۹۵)

سفر ہجرت میں یار غار کی رفاقت: سن دس ہجری میں بیک وقت دو دو محسن حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کے اٹھ جانے سے رسول اللہ ﷺ کو جو غم ہونا تھا وہ ہوا۔ اسی لئے یہ سال ''عام الحزن'' کے نام سے تاریخ کی کتابوں میں جانا جاتا ہے۔ پھر مزید طائف کے سفر میں جو ناروا سلوک، طائف والوں نے کیا جس سے مکہ کے کفار اور بھی جری ہوگئے اور ہر طرح سے ستانے ہی نہیں بلکہ ختم کرنے (نعوذ باللہ) کی ناپاک کوشش سے بھی گریز نہ کیا۔ لیکن اللہ پاک نے اس کا انتظام پہلے سے ہی کر رکھا تھا۔ یثرب والوں نے اپنے یہاں آنے کی دعوت ہی نہیں دی بلکہ ہر طرح کی حفاظت کی ذمہ داری بھی لی۔ چنانچہ محرم ۱۳ نبوی سے ہجرت شروع ہوئی اور دو مہینے میں دوسو خاندان کے قریب یثرب پہنچ گئے۔ صرف کمزور قسم کے لوگ ہی بچے تھے۔ یا پھر دربار رسالت اور خاندان رسالت کے لوگ مصلحتاً بچ گئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی اجازت طلب کی تھی۔ لیکن ان کو یہ کہہ کر روک دیا گیا تھا کہ ہوسکتا ہے کوئی اچھا ساتھی مل جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اشارہ سمجھ لیا تھا۔ اس لئے اسی وقت سے تیاریاں شروع کردی تھیں۔ دو اچھی سی سواریاں بھی خرید لی تھیں اور خوب کھلا پلا کر فربہ بھی کر لیا تھا۔ بالآخر صفر کے اواخر میں حضور اکرم ﷺ کو بھی ہجرت کا حکم مل گیا۔ ادھر حضور ﷺ کا معمول تھا کہ روز صبح وشام حضرت ابوبکرؓ سے ملنے ان کے گھر تشریف لے جاتے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک روز خلاف معمول سر پر کپڑا ڈالے ہوئے دوپہر میں تشریف لائے اور تخلیہ میں حضرت ابوبکرؓ سے اپنے ارادے کا اظہار کیا کہ آج رات ہجرت کے لئے نکلنا ہے اور رفاقت تمہاری ہی رہے گی۔ حضرت ابوبکرؓ تو اچھل پڑے۔ دوسری طرف دارالندوہ کے ابلیسی مشورے کی خبر رسول اللہ ﷺ کو اشارۂ غیبی سے ہوچکی تھی۔ اس لئے حضرت علیؓ کو آج رات بستر پر سونے کا حکم دیا اور تہائی رات کے بعد کفار کے مجمع پر جو گھیرا ڈالے، در رسالت کے اردگرد اس لئے بیٹھے تھے کہ صبح ہوتے ہی اجتماعی حملہ کر کے ہمیشہ کے لئے اسلام کا قصہ تمام کردیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ ان پر شاہت الوجوہ پڑھتے ہوئے اور ان کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے باہر نکل گئے اور حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے۔ حضرت ابوبکرؓ سراپا انتظار بیٹھے تھے۔ جلدی میں سامان تیار کیا تو شہ دان باندھنے کے لئے کچھ نہ ملا تو حضرت اسماءؓ نے اپنا پٹکا چاک کر کے باندھا (اس طرح وہ ہمیشہ کے لئے ذات النطاقین کے نام سے مشہور ہوگئیں) حضرت ابوبکرؓ نے باقی ماندہ ۵ ہزار درہم لئے، عقبی کھڑکی سے دونوں رفیق نکلے، شہر سے تین چار میل دور غار ثور میں ایک دوروز کے لئے چھپ گئے۔ اس دوران حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ، قریش کی تمام نقل وحرکت پہنچاتے رہے۔ جواں سال صاحبزادی حضرت اسماء تمام خطرات کو انگیز کر کے کھانا پہنچایا کرتی اور غلام عامر بن فہیرہ بکریوں کو چرانے اسی طرح لے آتے۔ ضرورت کے مطابق دودھ وگوشت پلاتے اور کھلاتے۔ اس طرح حضرت

ابوبکرؓ کا پورا گھرانہ ہجرت کے عمل میں شریک رہا اور جو نہ شریک رہا مثلاً عبدالرحمان بن ابی بکر (جو ابھی تک کفر کی گندگی میں ملوث تھے) انہوں نے بھی اس راز کو بالکل فاش نہ کیا۔

آنسو بہہ نکلے: یہ دونفری قافلہ، غار ثور پر پہنچا، حضرت ابوبکرؓ نے روایتوں کے مطابق آپ کو اپنے کاندھے پر اٹھالیا تا کہ قدم مبارک کے نشان نہ آنے پائے۔ مبادا قدم شناسی سے پکڑے جائیں۔ غار کے دہانے پر پہنچے، رسول اللہ ﷺ کو تھوڑی دیر کے لئے وہیں پر روک دیا۔ خود اندر تشریف لے گئے۔ غار کو خوب اچھی طرح صاف کیا۔ کچھ سوراخ تھے جس سے زہریلے جانور سے خطرہ تھا۔ ان سبھوں کو اپنی چادر پھاڑ کر بند کیا۔ پھر حضور ﷺ کو آواز دی۔ حضورؐ اندر تشریف لے گئے۔ تین چار میل کا سفر وہ بھی پہاڑی سفر، بڑا دشوار گزار رہا۔ زانوئے صدیقی پر سر رکھ کر سو گئے۔ اتنے میں ایک سوراخ نظر آیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا انگوٹھا ہی اس پر رکھ دیا۔ ایک روایت کے مطابق کسی زہریلے سانپ نے آپ کو ڈس لیا۔ تکلیف کی شدت بڑھتی جارہی تھی۔ لیکن اس وقت، ماضی، حال، مستقبل کی سب سے عظیم شخصیت آپ کے زانو پر سر رکھے ہوئی تھی۔ حرکت کرنے کی بھی زحمت نہ کی۔ لیکن شدت کی تاب نہ لاکر آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور آپ کے رخ انور پر اس کے بعض حصے گرے۔ جس سے آپ کی آنکھ کھلی۔ حضرت ابوبکرؓ کو آبدیدہ دیکھ کر وجہ دریافت کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے ساری تفصیلات بتائی تو حضور ﷺ نے لعاب دہن اس ڈسے ہوئے مقام پر لگادیا۔ جس سے تکلیف جاتی رہی۔

کھسیانی بلی کھمبا نوچے: ادھر بدبختوں کی جماعت نے جب صبح کی، اور حضور ﷺ کے بجائے حضرت علیؓ کو بستر رسالت سے بیدار ہوتے ہوئے دیکھا تو دماغ ٹھکانے پر نہ رہا۔ جھلاہٹ کی حالت میں کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جائے۔ کبھی تو حضرت علیؓ سے سختی سے پوچھ رہے تھے۔ لیکن حضرت علیؓ کیوں کر کچھ بتا سکتے تھے۔ جب یہاں سے مایوسی ہوئی تو سیدھا حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے۔ وہاں بھی گھر کو خالی دیکھ کر یقین ہوگیا کہ یہ دونوں نکل چکے ہیں۔ حضرت اسماءؓ سے پوچھا۔ جس پر حضرت اسماءؓ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ تو بدبخت و بدباطن ابوجہل نے ایک ایسا طمانچہ مارا جس سے کان زخمی ہوگیا اور بالی دور گری۔ مگر حضرت اسماءؓ نے کچھ نہیں بتایا۔ جب ہر طرح سے مایوسی رہی تو کفار نے اعلان کر دیا کہ جو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا اسے نقد سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔

غار ثور اور تلاشی مہم: کفار کی جانب سے تلاشی مہم جاری رہی۔ جوں جوں وقت گزرتا جارہا تھا۔ انعام کا حریص اور بھی شدت اختیار کرتا گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ لوگ اسی کے لئے ادھار بیٹھے تھے۔ کھاڑیاں، جھاڑیاں، پہاڑیاں، غرض کہ ہر جگہ چھان ماری۔ لیکن کہیں سراغ نہ لگا۔ ایک مرتبہ تو غار ثور کے منہ پر آگئے۔ قریب تھا کہ اگر وہ اندر جھانک لیتے تو یہ دونوں مقدس ہستیاں نظر آجاتیں۔ حضرت ابوبکرؓ کو تشویش ہوئی اور تشویش ہونی ہی چاہئے۔ ان کو فکر اپنی جان کی نہیں بلکہ خلاصۂ کائنات کی تھی۔ انہوں نے اپنی تشویش کا اظہار چپکے سے حضور ﷺ سے بھی کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ: ''لا تحزن ان اللہ معنا'' غم کی حاجت نہیں ہے۔ اللہ کی معیت ہمارے لئے ہے۔ یہ سننا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ پر گویا سکینت نازل ہوگئی۔ ایک بدبخت اندر گھسنے کا ارادہ بھی کر رہا تھا۔ مگر بعض نشانیوں کو دیکھ کر خود بھی باز رہا اور اوروں کو باز رکھا۔ قرآن پاک نے اسی واقعہ کو ''ثانی اثنین'' کے لفظ سے

ذکر کیا ہے اور اس طرح حضرت ابوبکرؓ کو دو میں کا دوسرا کہہ کر جاودانی عظمت وشرف سے سرفراز کیا ہے۔ جسے آج کروڑوں کی تعداد میں مسلمان تلاوت کرتے ہیں اور وہیں پر ’’ان اللہ معنا‘‘ کا حوالہ بھی پڑھتے ہیں۔ غار ثور کے اسی واقعہ اور رفاقت وجذبۂ جاں نثاری کو اردو فارسی میں ’’یار غار‘‘ کے لقب سے جانا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انتہائی جاں نثار، اور مشکل وقت میں کام آنے والا دوست۔

غار ثور سے روانگی: تین دنوں تک غار ثور میں قیام کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ نے اطلاع دی کہ اب سب تھک ہار کر بیٹھ گئے ہیں۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے پہلے سے تیار کی ہوئی دونوں سواریاں منگوائیں۔ ایک حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی اور ایک پر خود سوار ہوئے۔ ساتھ میں حضرت عبداللہ وحضرت عامر بن فہیرہ کو لیا اور راستے کی رہنمائی کے لئے ایک کافر مگر قابل اعتماد شخص عبداللہ بن اریقط (ارقد) کو لیا اور مقدس ومختصر قافلہ مدینے کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ بھر کی کیفیت عجیب رہی۔ جب بھی کسی خطرے کا احساس ہوا جدھر سے ہوا ادھر ہی حضرت ابوبکرؓ ہو جاتے ہیں کہ مبادا کوئی خطرہ لاحق ہو تو اس کا شکار اوّلاً ابوبکرؓ ہوں۔ پورے ایک دن ورات سفر کرنے کے بعد یہ قافلہ ایک درخت کے سائے تلے رکا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی چادر، اس درخت کے نیچے بچھائی تاکہ رسول اللہ ﷺ استراحت فرماویں۔ خود نگہبانی میں لگے رہے۔ قریب ہی کچھ بکریاں چر رہی تھیں۔ جاکر دودھ دوہا۔ پھر تیار کر کے حضور ﷺ کے پاس لائے تاکہ حضور ﷺ نوش فرمالیں۔ آپ کے اس جذبہ جاں نثاری کو دیکھ کر عبداللہ بن اریقط بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ اس طرح یہ قافلہ تمام تر خطرات سے گزرتے ہوئے، یکم ربیع الاوّل ۱۳ر نبوی، ۱۲ر ستمبر ۶۲۲ء کو مدینہ کے مضافاتی محلات میں پہنچا۔

خادم ومخدوم میں فرق: اہل یثرب کو پتا چل چکا تھا۔ اس لئے سراپا انتظار بن کر چشم براہ تھے۔ لیکن ان میں اکثریت ان حضرات کی تھی۔ جنہوں نے حضور پرنور ﷺ کو کبھی بھی نہ دیکھا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی چادر حضور ﷺ کے سر مبارک پر دراز کر دی تاکہ سایہ بھی ہو جائے اور خادم مخدوم میں فرق بھی ہو جائے۔ اس طرح حضرت ابوبکرؓ کا پورا گھرانہ اس ہجرت میں شریک رہا۔ جو اسلام ومسلمانوں کے لئے ایک انقلاب آفریں اقدام تھا۔ جس سے مسلمانوں کی عظمت وتفوق پر مہر تصدیق ثبت ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ج۳ ص۱۷۷،۱۹۶، تاریخ طبری ج۲ ص۵۰۴،۵۰۸)

مدنی زندگی

مقام سخ میں قیام: مدینہ پہنچ کر اوّلین ضرورت اس بات کی تھی کہ مہاجرین باشندگان مکہ، وانصار باشندگان یثرت کے مابین ارتباط کامل پیدا کی جائے۔ تاکہ ایک دوسرے میں ضم ہو کر ایک صالح معاشرہ کی داغ بیل پڑ سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے مواخات کے ذریعے اس رشتۂ باہمی کو استوار کیا اور ایسا جذبہ باہم پیدا کیا کہ رہتی دنیا تک اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ حضرت ابوبکرؓ کی مواخات قبیلہ خزرج کے ایک سرکردہ مسلمان سے ہوئی جس کا نام خارجہ بن زید بن زہیر یا زید بن خارجہ علی اختلاف القولین ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے یہ مواخاتی بھائی، مدینہ کی مضافاتی بستی مقام ’’سخ‘‘ میں رہتے تھے۔ طبائع کی ہم رنگی اور دینی جذبے کا انجذاب اس طرح رنگ لایا کہ اس انصاری

بھائی نے اپنی بیٹی کی شادی، جن کا نام یا تو حبیبہ تھا یا ملیکہ، حضرت ابوبکرؓ سے کردی۔ (معجم البلدان ج۳ص۳۰۱)

جن سے حضرت ام کلثومؓ پیدا ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی رہائش وہیں مقام ''سخ'' میں بنالی تھی۔ جب مسجد نبوی کے اردگرد کے پلاٹ مخصوص صحابہؓ میں تقسیم ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ کے حصے میں بھی ایک پلاٹ آیا۔ جس میں حضرت نے مکان تعمیر کرواکر مکہ کے اہل وعیال کو وہیں رکھا۔ لیکن خود حضرتﷺ کے وصال تک مقام ''سخ'' میں مستقل قیام پذیر رہے۔ وصال نبوی کے بعد جب خلافت کی ذمہ داری آئی اور مقام سخ میں رہ کر امور خلافت میں کوتاہی ہونے لگی تو پھر مدینہ مسجد نبوی والے مکان میں منتقل ہوگئے۔ البتہ ہفتہ میں جمعرات کو مقام ''سخ'' جایا کرتے تھے۔

صالح معاشرہ کے قیام میں حضرت ابوبکرؓ کا حصہ: مقام ''سخ'' میں رہنے کے باوجود حضورﷺ کے ہم دم ساتھ رہے اور حضورﷺ کی توجہ جن اہم مسائل پر ہوتی ان میں برابر شریک رہے۔ بلکہ آپ ہی معتمد خاص اور وزیر خاص تھے۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہیں اور وہ جبرائیل ومیکائیل ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہیں اور وہ ابوبکر وعمر ہیں۔ (ترمذی ج۲ص۲۰۹) یہی وجہ ہے کہ وہ تجارت جو ابوبکرؓ مکہ میں کیا کرتے تھے جس کی خاطر انہوں نے یمن وشام کا بھی سفر کیا تھا مدینہ میں قدرے سکون پانے کے بعد شروع کردیا۔ لیکن کبھی باہر کا سفر نہ ہوسکا اور جو تجارتی خوش حالی مکہ میں حاصل تھی مدینہ میں بالکل نہ رہی۔ بلکہ معقول گزر بسر کے لئے کمالیا کرتے تھے۔ باقی اوقات صالح معاشرہ کے قیام واستحکام کے لئے حضورﷺ کے شانہ بشانہ رہتے۔ بلکہ ہمیشہ گوش برآواز رہتے کہ زبان نبوت سے کوئی حکم صادر ہو اور اس کی تعمیل میں لگ جایا جائے۔

قریش مکہ کی بوکھلاہٹ: قریش مکہ بھی پل پل کی خبر سے واقف تھے۔ آپﷺ کے بچ نکلنے پر غم وغصہ سے باولے ہوتے جارہے تھے اور جس روحانی، اخلاقی، معاشرتی نظام کے قیام سے خائف تھے۔ اب مدینہ کی سرزمین میں اس مبارک انقلاب کا آفتاب طلوع ہوچکا تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ مدینہ کے نئے وپرانے باشندے ایک دوسرے میں ایسا جذب ہوچکے ہیں کہ کوئی امتیاز باقی نہیں رہا۔ انصار مدینہ نے ایثار کا ایسا جذبہ پیش کیا ہے کہ اپنا آدھا آدھا سرمایہ تک پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں۔ ان سب کے علاوہ ان کو سب سے زیادہ خطرہ شامی تجارت کو تھا۔ کیوں کہ ان کا یہ قافلہ مدینہ سے قریب ہی ہوکر گزرتا ہے۔ انہیں خطرہ تھا کہ اب مسلمان ان کے اس قافلہ کو روکیں گے۔ سامانوں کو لوٹیں گے۔ مردوں کو قیدی وغلام بنائیں گے۔ اسی بوکھلاہٹ میں وہ مسلسل دھمکیاں بھیجنے لگے کہ اے یہود مدینہ! اگر تم نے انہیں وہاں سے نہ نکالا تو ہم ایک زبردست فوج لے کر آئیں گے اور تم سب کو نیست ونابود کردیں گے۔ (عشرہ مبشرہ ص۶۵)

قریش مکہ کی چڑھائی اور حضرت ابوبکرؓ کی جرأت ایمانی: قریش نے ان دھمکیوں کے ساتھ وقتاً تیاریاں بھی شروع کردی تھیں۔ اس کے لئے انہوں نے ایک فنڈ مخصوص کیا تھا جس کے لئے انہوں نے ایک تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں روانہ کیا تھا تاکہ اس کے تمام منافع کو اس فنڈ میں جمع کیا جاسکے۔ ابوسفیان کا یہ قافلہ بھی خوب منافع حاصل کر کے واپس آرہا تھا۔ جس کو روکنے کے لئے مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت نکلی تھی۔ لیکن یہ

قافلہ بچ نکلا۔ قریش کو اس کی خوشخبری مل بھی چکی تھی۔ لیکن وہ ایک ہزار فوجی دستوں کے ساتھ چلے آرہے تھے کہ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجادیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تین سو اوپر صحابہؓ کو لئے ہوئے۔ جس میں صرف دو گھوڑے، ستر شتر سوار تھے۔ ۲ ررمضان المبارک سن ۲ ہجری کو ان کے مقابلے کے لئے صف آراء ہوئے۔ ۱۷ ررمضان المبارک کو قدسیوں کا یہ قافلہ بدر کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔ یہ نہتے ضرور تھے مگر دل مضبوط و مطمئن رکھتے تھے۔ انہیں ساز و سامان سے زیادہ اپنے اللہ پر بھروسہ تھا۔ جو لڑا کر یا تو غازی بناتا ہے یا گردن کٹوا کر شہیدوں کی فہرست میں درج کرتا ہے۔ دونوں مقام عالی ہیں۔ صحابہؓ نے حضور ﷺ کے لئے ایک ٹیلے پر عریش (سائبان) بنایا اور اتفاق رائے سے حضرت ابوبکرؓ کو حضور ﷺ کا باڈی گارڈ مقرر کیا۔ کس قدر نازک موقع تھا۔ دشمنوں کی تعداد کیل کانٹے سے لیس تھی۔ ہر وقت حملے کا خطرہ ہی نہیں موت کا اندیشہ تھا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ ہی غار ثور کے مشکل مقام پر بھی دو میں کے دوسرے تھے۔ آج بدر کی پہلی لڑائی۔ جس نے کفر کی کمر توڑ کر رکھ دی اور مسلمانوں کا رعب سارے عالم پر بٹھا دیا۔ میں بھی دو میں کے دوسرے تھے۔ رسول اللہ ﷺ حملے سے پہلے والی رات میں سراپا عجز و انکسار بن کر ہاتھ پھیلائے دعائیں کر رہے تھے کہ باری تعالیٰ! یہ مٹی بھر جماعت اگر آج فوت ہوگئی تو پھر اس روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ الٰہی اپنا وعدۂ مدد پورا فرمایئے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس قدر الحاح وزاری کیا کہ کئی مرتبہ چادر مبارک بدن سے نیچے گر گئی۔ حضرت ابوبکرؓ بار بار اس کو کندھے پر ڈالتے رہے۔ آخر میں حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ اس قدر دعاء کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے جو فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ (بخاری شریف ج۲ ص۵۶۴) حضرت ابوبکرؓ کی اس گذارش میں ایسی کیفیت تھی کہ حضور ﷺ نے وہیں پر دعاء ختم کر دی۔ اگلے روز جب صف بندی ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ کو میمنہ کا سردار مقرر کیا۔

بیٹے پر تلوار چلانے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں: جنگ شروع ہونے سے پہلے دستور کے مطابق کفار کی جانب سے حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے، عبدالرحمان بن ابی بکر، جو اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ نکلے اور مبازرت طلب کی۔ حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھے۔ لیکن حضور ﷺ نے اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ تلوار نیام میں رکھ لو۔ حضرت عبدالرحمٰن نے مسلمان ہونے کے بعد ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ سے ذکر کیا کہ ابا جان! غزوۂ بدر میں ایک مرتبہ آپ میری تلوار کی زد میں آگئے تھے۔ لیکن میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ بیٹے! اگر تو میری تلوار کی زد میں آ گیا ہوتا تو میں تیری گردن اڑائے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

اسیران قریش کو رہا کر دیا جائے ترجمان نبوت کی رائے: اللہ پاک نے غزوۂ بدر کے ذریعے اسلام کو وہ شوکت دی کہ پھر کفر جرأت کے ساتھ سر نہ ابھار سکا۔ اس غزوہ میں جس بے جگری سے صحابہ کی قلیل تعداد نے لڑائی لڑی تھی کہ اسیران قریش جن کی تعداد ۷۰ تھی۔ خوفزدہ تھے، انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب کو اپنے ماموں عاص بن وائل کو قتل کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ کو اپنے باپ پر تلوار چلاتے ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ کو اپنے بیٹے کے مقابلے میں مبازرت کے لئے اترتے دیکھا تھا۔ اس لئے انہیں یقین تھا کہ انہیں کیفر کردار تک پہنچا

کرہی دم لیا جائے گا۔ حضور ﷺ نے صحابہؓ کو جمع کیا اور مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔ حضرت عمرؓ تو اس پر مصر رہے کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ مگر حضرت ابوبکرؓ کی حلیم الطبع ذات تھی۔ جو کہہ رہے تھے کہ آخر یہ بھی تو ہمارے ہی بھائی ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ ان کو رہا کیا جائے۔ ہوسکتا ہے اللہ پاک اسلام کی توفیق دے۔ خود حضور ﷺ بھی انتقامی کارروائی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ آخر حضرت ابوبکرؓ ہی کے مشورے پر فیصلہ ہوا کہ جو پڑھنا لکھنا جانتے ہیں وہ دس ناخواندہ مسلمان کو تعلیم دے کر رہا ہوں اور جو خود ناخواندہ ہیں وہ فدیہ دے کر رہائی حاصل کرے۔ (البدایہ والنہایہ ج۳ ص۲۹۷)

غزوۂ احد و حنین میں جواں مردی: یہ دو غزوے وہ ہیں جن میں ظاہری طور پر مسلمانوں کو اپنی بعض غلطی یا عجلت پسندی کی وجہ سے ہزیمت وقتی ہوئی۔ بالآخر بدحواسی ایسی پھیلی کہ نہ اپنا خیال رہا اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کا۔ لیکن ان دونوں غزووں میں ہم حضرت ابوبکرؓ کو اس طرح پاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدس سے چمٹے ہوئے ہیں کہ مبادا کفار کی یلغار سے رسول خدا کو زک نہ پہنچے۔ غزوہ احد کے موقع پر حضور ﷺ ایک گڑھے میں گر گئے تو سب سے پہلے اس گڑھے تک پہنچنے والے حضرت ابوبکرؓ ہی تھے۔ جب احد سے کفار چلے گئے اور مسلمان زخموں سے چور چور تھے کسی میں اٹھنے کی تاب نہ تھی۔ لیکن کفار کے تعاقب میں جانا ضروری سمجھا گیا تو حضرت ابوبکرؓ و زبیرؓ وغیرہ ستر صحابہ نے حمراء الاسد تک ان کا تعاقب کیا۔ جس تعاقب کی وجہ سے امیر کفار ابوسفیان کو پلٹنے کا خیال بھی آیا تھا۔ مگر پلٹ نہ سکا۔ (بخاری شریف ج۲ ص۵۸۴)

اسی طرح غزوۂ حنین میں جب مسلمانوں کے قدم اولاً اکھڑ گئے تو جن حضرات نے ثبات قدمی اور انتہائی عزم و حوصلہ جواں کا ثبوت دیا ان میں حضرت ابوبکرؓ کی ذات بھی تھی۔ طبقات ابن سعد میں ہے۔ ’’وثبت معه یومئذ (یوم حنین) العباس بن عبدالمطلب، وعلی بن ابی طالب، والفضل بن عباس، وابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب، وربیعة بن الحارث، وابوبکرؓ وعمرؓ واسامة وزید فی اناس من اهل بیته واصحابه ‘‘(طبقات ابن سعد ج۲ ص۱۵۱) اور جب کفار حنین سے بھاگے اور قلعہ طائف میں محصور ہوئے تو ان کا تعاقب خود حضور ﷺ نے کیا اس میں بھی حضرت ابوبکرؓ حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ (البدایہ والنہایہ ج۴ ص۳۵۰)

صلح حدیبیہ میں عروہ کو ٹکا سا جواب: جب صلح حدیبیہ (۶ھ) جس کو قرآن پاک میں فتح مبین کہا گیا ہے۔ جس میں حضرت عثمان غنیؓ کو سفیر بنا کر حضور اکرم ﷺ نے مکہ بھیجا تھا۔ لیکن ان کو اہل مکہ نے روک لیا تھا اور اس طرح ان کی شہادت کی خبر پھیل گئی۔ حضور ﷺ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر موت پر بیعت لی تھی۔ جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے اور قرآن نے ان تمام صحابہؓ کو جنہوں نے بیعت رضوان کیا خوشنودی کی سرٹیفکیٹ دیا ہے۔ جب قریش کو یہ خبر پہنچی تو ان کے دماغ بھی ٹھکانے لگے اور نامہ پیامی کرنے لگے۔ عروہ بن مسعود ثقفی جو ایک مدبر شخص تھے اور اب تک دامن اسلام سے وابستہ نہیں ہوئے تھے۔ کفار کی جانب سے شرائط صلح طے کرنے کے لئے آئے اور اپنی جنگی تیاریاں بڑھا چڑھا کر بیان کی۔ تاکہ مسلمان دب کر صلح کریں یا ان کا رعب مسلمانوں پر بیٹھ جائے۔ حضرت ابوبکرؓ ساری بات بہت غور سے سن رہے تھے۔ ان سے برداشت نہ ہوسکا اور عروہ کو ٹکا سا جواب دیا۔ ’’امصص بظر

السلات ’’ کہ لات بت کی شرمگاہ چاٹ، کیا تو سمجھتا ہے کہ ہم رسول اللہﷺ کی مدد چھوڑ دیں گے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ: ابوبکرؓ، تو عروہ نے کہا کہ اگر ابوبکر کے احسانات مجھ پر نہ ہوتے تو میں اس کا جواب دیتا۔ (البدایہ والنہایہ ج۴ ص۱۶۶،۱۶۷)

حضورﷺ کی رکاب تھام لو: صلح حدیبیہ جو بظاہر دب کر ہوئی۔ صحابہؓ ہرگز تیار نہ تھے۔ لیکن حضورﷺ نے وحی الٰہی کی بناء پر یہ صلح کی تھی۔ حضرت عمرؓ سے بھی نہ رہا گیا۔ آخر حضورﷺ سے سوال وجواب کیا۔ جس کا زندگی بھر انہیں افسوس رہا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھی جاکر عدم اطمینان کا اظہار کیا۔ لیکن ابوبکرؓ تو نبوت کے رمز شناس تھے۔ مقام صدیقیت پر فائز تھے اور حضورﷺ کے ہر قول وفعل پر آمنا وصدقنا کہنا اپنے لئے مایۂ افتخار سمجھتے تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ عمرؓ! حضورﷺ کی رکاب تھام لو۔ آپ نے جو کچھ کیا ہے وہ اللہ کے حکم سے کیا ہے۔ دین ومسلمانوں کے فائدے کے لئے کیا ہے۔ (مسلم ج۲ ص۱۰۶)

انہی کا یہاں آنا مناسب تھا: فتح مکہ کے موقع پر جس میں ہزاروں قدسیوں کا قافلہ، مکہ میں فاتحانہ داخل ہورہا تھا۔ حضورﷺ کے ساتھ ابوبکرؓ بھی ایک حصے کے علم بردار تھے۔ عام معافی کا دن تھا۔ کفار مکہ حضورﷺ اور مسلمانوں کے بے پایاں حسن سلوک کو دیکھ کر اسلام سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ مسلمان ہونے کا تانتا بندھ گیا۔ عثمان ابوقحافہ جو حضرت ابوبکرؓ کے والد ہوتے تھے۔ ابھی تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔ بینائی بھی جاتی رہی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ ان کو پکڑے ہوئے در رسالت میں پہنچے اور کلمہ پڑھانے کی درخواست کی تو حضورﷺ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ! ان کو آنے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے خبر کردیتے میں ہی ان کی خدمت میں حاضر ہوجاتا اور وہیں کلمہ پڑھوادیتا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ نہیں۔ اے اللہ کے رسولؐ! انہی کا یہاں آنا مناسب تھا۔ ابوقحافہ مسلمان ہوئے اور حضرت عمرؓ کی خلافت تک باحیات رہے۔ (سیرت حلبیہ اردو ترجمہ مولانا اسلم صاحب قاسمی استاذ حدیث دارالعلوم (وقف) دیوبند ج۳ ص۲۶۹)

خدا اور رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں: اس طرح اسلامی مملکت پھیلتی گئی۔ لیکن ۹ھ رجب میں سرحت کے شمال کی جانب سے تشویش ناک خبریں موصول ہونے لگیں کہ بازنطینی بادشاہ ہرقل، مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ ادھر شدید گرمی، بلکہ ہوکا عالم ہے۔ صحابہؓ بے سروسامانی کے عالم میں ہیں۔ ابھی تو مختلف جنگوں سے فارغ ہوئے ہیں۔ جس میں جسم کا انگ انگ ٹوٹ رہا ہے۔ ابھی سب سے زیادہ ضرورت تجارت ومعیشت کی بحالی کی تھی۔ لیکن اسی عالم میں ایک منادی مسجد نبوی سے اعلان کرتا ہے کہ: لوگو! دشمنوں کے خلاف جنگ لڑنے کے لئے تیار ہوجاؤ اور جو بھی نقد اثاثہ ہو جہادی فنڈ میں جمع کردو۔ لوگوں نے تمام ضرورتوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنی اپنی بساط کے مطابق مال واسباب جمع کرنے شروع کئے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے فوج کے ایک ثلث کا پورا خرچ اپنے ذمے لیا۔ نیز ایک ہزار اونٹ ستر گھوڑے اور ایک ہزار طلائی دینار نقد پیش کئے۔ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس بھی اس موقع پر غیر معمولی اسباب تھے۔ سب کا نصف لاکر حضورﷺ کی خدمت میں پیش کردیا اور اس طرح ایک گونہ اطمینان محسوس

کیا کہ آج اپنے ساتھیوں سے سبقت لے جائیں گے۔ لیکن دوسرے ایک نحیف وکمزور صحابیؓ دور سے اپنے سارے سامان لادے ہوئے آرہے ہیں۔ حضورﷺ دریافت فرماتے ہیں کہ اہل وعیال کے لئے کتنا چھوڑا ہے۔ انتہائی سادگی سے فرماتے ہیں کہ اللہ ورسولﷺ کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ وہ صحابیؓ حضرت ابوبکرؓ ہی تھے۔ (ترمذی ج۲ ص۲۰۸)

علامہ اقبالؒ نے اسی واقعہ کو اپنی مؤثر نظم میں اس طرح پرویا ہے۔

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آ گیا جس سے بنائے عشق ومحبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار
ملک یمین ودرہم ودینار درخت وجنس اسپ قمر، سم وشتر وقاطر وحمار
بولے حضورؐ چاہئے فکر عیال بھی کہنے لگا وہ عشق ومحبت کا رازدار
اے تجھ سے دیدۂ ومہ وانجم فروغ گیر اے تیری ذات باعث تکوین روزگار

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

پہلا امیر حج: ۹ ہجری کو عام الوفود بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اب اسلام کا غلغلہ ہو چکا ہے اور لوگوں کا ایک تانتا ہے۔ جو وفود کی شکل میں مدینہ آرہے ہیں۔ پھر دین اسلام سے روشناس ہوکر حلقہ اسلام سے وابستہ ہورہے ہیں۔ اسی سن میں حج فرض ہوا تو حضورﷺ نے امیر حج کے لئے ابوبکرؓ کا انتخاب کیا اور تین سو صحابہؓ پر امیر حج بنا کر مکہ روانہ کیا۔ مسلمانوں نے آپ کی امارت میں آزادانہ طور پر مناسک حج ادا کئے۔ (بخاری ج۲ ص۶۲۶)

آنکھوں سے اشک رواں: پھر آئندہ سال ۱۰ ہجری میں اعلان عام ہوا کہ رسول اللہﷺ بنفس نفیس حج کے لئے تشریف لے جارہے ہیں۔ اس لئے لوگوں کا ایک انبوہ بعض روایتوں کے مطابق ایک لاکھ سے زائد کا مجمع مکہ میں جمع ہوا۔ (الاصابہ مقدمہ ص۴)

رسول اللہﷺ کا یہ آخری حج تھا۔ اس لئے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ حضورﷺ نے اس موقع پر کئی وقیع خطبے دیئے۔ جن میں دین کے تمام اہم اصولوں کو کھول کھول کر بیان کئے۔ اسی موقع پر ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا'' نازل ہوئی۔ حضورﷺ نے لوگوں کو اس آیت کی خوشخبری دی۔ سب لوگ خوش بھی ہوئے۔ لیکن بندۂ ابوبکرؓ تھا جو پھوٹ پھوٹ کر روئے جارہا تھا۔ ساتھیوں کو تعجب بھی ہورہا تھا کہ ابھی تو اشک رواں کا کوئی موقع نہیں۔ لیکن وہ تو صدیقیت کے مقام پر فائز تھا۔ سمجھ رہا تھا کہ دین کی تکمیل کے بعد اب رسول اللہﷺ کی اس دار فانی میں کیا ضرورت ہے۔ اب اللہ پاک اپنے پاس بلانے والا ہے۔

مرض وفات اور سترہ نماز کی امامت: جب دین کی تکمیل ہوگئی تو نبی کا کام پورا ہو چکا ہے۔ کچھ اشارہ غیبی سے بھی اس طرف متنبہ کر دیا گیا۔ اس لئے آپ نے بھی ساری تیاریاں مکمل کر لیں۔ ۱۸ یا ۱۹ صفر کو جنت البقیع تشریف لے گئے۔ مدفونین کے لئے دیر تک دعائے مغفرت کی۔ واپسی پر طبیعت ناساز ہوگئی۔ ابتدائی دنوں

میں آپ ﷺ خود تشریف لاتے اور نماز پڑھاتے۔ لیکن جب نقاہت زیادہ ہوگئی تو حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ ہر چند کہ حضرت ابوبکرؓ رقیق القلب تھے۔ ان سے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کھڑا ہونا دشوار تھا۔ حضرت عائشہؓ وصفیہؓ بھی مصر تھیں کہ حضرت عمرؓ کو حکم دیا جائے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے سختی سے حکم دیا کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔ اس طرح آپ کی زندگی میں ہی رحلت سے قبل تک ۱۷ نمازوں کی امامت حضرت ابوبکرؓ نے کی۔ (بخاری ج۱ص ۹۳،۹۵)

سب دریچے بند کردیئے جائیں سوائے ایک دریچے کے: جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ مسجد نبوی کے اردگرد رہائشی پلاٹ سے حضرت ابوبکرؓ کو بھی ایک حصہ ملا تھا۔ جس میں انہوں نے ایک مکان بنوایا تھا۔ اس کی ایک کھڑکی مسجد کی جانب کھلتی تھی۔ حضور ﷺ نے دوران مرض ایک روز افاقہ محسوس کیا تو مسجد تشریف لائے اور منبر پر تشریف رکھ کر فرمانے لگے کہ اللہ پاک نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ چاہے تو دنیا کو اختیار کرے یا پھر آخرت کو ترجیح دے۔ چنانچہ اس بندۂ خدا نے آخرت کو ترجیح دیا۔ یہ سن کر مجمع میں سے حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں سے زاروقطار آنسو ابلنے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ابوبکرؓ! صبر سے کام لو۔ پھر فرمایا کہ: سب دریچے بند کردیئے جائیں صرف ابوبکرؓ کا دریچہ کھلا رہے گا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے احسانات حضور ﷺ نے گنوائے۔ (بخاری ج۱ص ۵۱۶، ترمذی ج۲ص ۲۰۷)

عمر بیٹھ جاؤ: حضرت ابوبکرؓ کے ذمے ایک تو نماز کی امامت کی ذمہ داری آئی۔ دوسرے حضور ﷺ کی علالت کی وجہ سے وہ اپنے گھر جو مقام ''سخ'' میں تھا نہ جاسکے۔ ایک روز صبح کی نماز کے بعد حضور ﷺ سے اجازت لے کر ''سخ'' چلے گئے۔ اتنے میں حضور ﷺ کا وصال ہوگیا۔ یہ خبر آگ کی طرح پھیلی۔ حضرت ابوبکرؓ دوڑے ہوئے تشریف لائے۔ مسجد نبوی پہنچے تو دیکھا کہ صحابہؓ بدحواس ہیں۔ حضرت عمرؓ ننگی تلوار لئے کھڑے ہیں اور اعلان کررہے ہیں کہ جو کوئی کہے گا کہ محمد کی وفات ہوگئی ہے۔ اس کی گردن تن سے اڑادوں گا۔ حضرت ابوبکرؓ اوّلاً حجرۂ مبارک میں تشریف لے گئے۔ رخ انور سے چادر ہٹائی، پیشانی کو بوسہ دیا اور ''طبت حیاً میتاً'' کہتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ حضرت عمرؓ ابھی تک لوگوں کو دھمکا رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ: عمرؓ! بیٹھ جاؤ۔ حضرت نہ بیٹھے، بڑا ہی نازک وقت تھا، کسی کے حواس ٹھکانے نہ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور تقریر شروع کی کہ: اے لوگو! تم میں سے جو لوگ محمد (ﷺ) کی عبادت کیا کرتا تھا وہ سن لے کہ محمدؐ وفات پاچکے ہیں اور جو کوئی اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا تو اس کا معبود حی لایموت ہے۔ پھر آپؓ نے ''ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل'' اخیر تک پڑھی۔ مجمع یکا یک چونک اٹھا۔ حضرت عمرؓ میں سکت نہ رہی کہ کھڑے رہ سکیں۔ لڑکھڑا کر زمین پر گر گئے اور اس طرح لوگوں کو یقین آگیا کہ حضور ﷺ کا وصال ہوچکا ہے۔ (بخاری ج۱ص ۵۱۸، ج۲ص ۶۴۰)

یہ ہے یار غار کی زندگی کے لمحات۔ جس نے اسلام کے بعد سے لے کر وفات نبوی تک کس جذبہ جاں نثاری واولوالعزمی کا ثبوت پیش کیا۔ گویا کہ اپنی زندگی کی دھن ہی، رسول اللہ ﷺ سے وابستگی، وارفتگی کرلی تھی کہ لمحہ بھر کا فراق بھی کبھی گوارا نہ کرسکے۔

29 اپریل آزاد کشمیر کا تاریخی دن ...... یوم ختم نبوت!

حافظ محمد مقصود کشمیری

عقیدہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اور اساسی عقائد میں سے ہے جس کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔ خیرالقرون صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں ملت اسلامیہ کا سب سے پہلا اجماع منکرین ختم نبوت کے کفر وارتداد کے مسئلے پر ہوا ہے۔ خود صادق الامین خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں تیس بڑے دجال کذاب پیدا ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہی دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ لیکن میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس پیشین گوئی کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں ہی متعدد لوگوں نے دعویٰ نبوت کر دیا۔ کچھ توبہ تائب ہو گئے اور کچھ مرتد شرعی سزا پا گئے۔ انہی میں ایک مسیلمہ کذاب بھی تھا جس نے آدھے عرب پر اپنی نبوت کا اعلان کیا جس پر سیدنا صدیق اکبرؓ نے اس کے مقابلے میں لشکر جرار بھیجا اور یمامہ کے مقام پر زبردست لڑائی ہوئی جس میں مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے بائیس ہزار پیروکار قتل ہوئے جبکہ اس موقع پر بارہ سو جاں نثاران مصطفیٰ صحابہ کرامؓ نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے ختم نبوت کی حفاظت کی جن میں سات سو کے قریب حفاظ کرام تھے۔ اسلامی جنگوں میں یہ سب سے بڑا معرکہ ہے جس میں اتنی بڑی تعداد میں صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔

انہی جھوٹے مدعیان نبوت میں ایک کذاب مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہے جسے انگریزی سامراج نے اپنے ایجنٹ کے طور پر پیدا کیا۔ اس بدبخت نے بھی حضور خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر پہلے مجددیت پھر نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس وقت سے ہی تمام مکاتب فکر کے اکابر علمائے کرام نے اس فتنے کا تعاقب شروع کیا اور انگریز کے اس ایجنٹ اور مرتد شخص کو مسلمانوں سے علیحدہ کرنے کی تحریک شروع ہوگئی۔ اس وقت بھی ختم نبوت کی حفاظت کے لئے ہزاروں خوش قسمت عاشقان مصطفیٰ ﷺ نے اپنے سینے گولیوں سے چھلنی کرائے اور نعرہ مستانہ ختم نبوت زندہ باد لگا گئے۔ ساتھ ہی جام شہادت نوش کرتے ہوئے اپنی جوانیاں آقائے دوجہاں ﷺ (فداہ ابی وامی) کی حرمت پر نثار کر کے ہمیشہ کے لئے حیات جاودانی پا گئے۔ سینکڑوں علمائے کرام نے اپنی زندگیاں ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لئے جیل کی سلاخوں میں گزار دیں۔ ہزاروں خوش نصیبوں نے تحفظ ختم نبوت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

انہی میں سے ایک عاشق رسولؐ میجر محمد ایوب مرحوم جن کا تعلق آزاد کشمیر کے ضلع باغ سے تھا جنہوں نے ملت اسلامیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے آزاد کشمیر اسمبلی میں ایک ممبر کی حیثیت سے منکرین ختم نبوت قادیانیوں کے خلاف ایک قرارداد پیش کی۔ تاکہ سرکاری طور پر انہیں غیر مسلم اقلیت اور ان کے لئے حدود وقیود مقرر کئے جائیں۔ چنانچہ 29 اپریل 1973ء کے خوش نصیب لمحات کا وہ مرحلہ بھی آگیا جب آزاد کشمیر کی تاریخ ساز اسمبلی نے مسلم کانفرنس کے دور حکومت میں میجر محمد ایوب مرحوم کی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دی جانے والی قرارداد متفقہ طور پر پاس کی جس کے بعد پاکستان کی قومی اسمبلی نے ستمبر 1974ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر حدود وقیود

مقرر کیں اور آزاد جموں وکشمیر میں عبوری آئین ایکٹ 1974ء کی رو اور آئینی مقاصد کے عملی نفاذ کے سلسلہ میں آزاد پینل کوڈ 1860ء میں پاکستان کے نافذ العمل قانونی دفعات کے مماثل صدر آزاد کشمیر ریٹائرڈ میجر سردار عبدالرحمٰن نے اکتوبر 1985ء میں ایک ایکٹ کے ذریعے ایک نئی دفعہ C-298 کا اضافہ عمل میں لایا جس کے تحت کوئی قادیانی، احمدی، لاہوری گروپ جو کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنے آپ کو مسلمان تصور کرتے ہوں یا اپنے عقیدے اور نظریات کی ترویج میں مصروف ہوں جن سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہوں مذکورہ دفعات کی رُو سے ان قادیانیوں کے لئے تین سال قید اور جرمانہ کی سزا مقرر کی گئی اور آزاد کشمیر میں منکرین ختم نبوت قادیانیوں کے لئے حدود و قیود مقرر کی گئیں۔ ان کے لئے تبلیغی کفریہ سرگرمیوں، شعائر اسلام کے استعمال، مرتد خانوں کے نام اور تعمیر مساجد کی طرز پر رکھنے پر پابندی عائد کی گئی۔ خلاف ورزی کی صورت میں A-B-C-298 دفعات کے تحت جرمانہ اور قید کی سزا مقرر ہے۔ 28 فروری 2009ء مظفرآباد میں تحریک تحفظ ختم نبوت آزاد کشمیر کے وفد کی علمائے کرام سے اس مسئلے پر ملاقات کے بعد مہتمم جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ چھتر مولانا قاضی محمود الحسن اشرف کی تحریک اور سیکرٹری قانون کو لکھے گئے خط کے جواب میں حکومت آزاد کشمیر کے سیکرٹری نے جملہ ڈپٹی کمشنر صاحبان اور جملہ سپرنٹنڈنٹ صاحبان کو امتناع قادیانیت ایکٹ 1985ء کی نقل ہمراہ ارسال کرتے ہوئے آزاد کشمیر میں رائج العمل قانون کو اصل روح کے مطابق نفاذ کو یقینی بنانے کا حکم نامہ جاری کیا جو کہ ایک خوش آئند اقدام ہے۔

آزاد کشمیر اسمبلی کا یہ عظیم کارنامہ پوری ملت اسلامیہ کے لئے ایک اعزاز ہے اور تاریخ میں سنہری حروف کی شکل میں ایک یادگار کے طور پر آج بھی محفوظ ہے۔ لیکن بدقسمتی اور افسوس کے ساتھ ہم یہ تحریر کرتے ہیں کہ جس خطہ میں سب سے پہلے منکرین ختم نبوت قادیانیوں کے کفر پر اجماع ہوا تھا اور امتناع قادیانیت آرڈیننس بھی موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس خطے میں قادیانی شعائر اسلام کا استعمال، مساجد کی طرز پر عبادت گاہوں کی تعمیر اور آزادانہ طور پر کفریہ سرگرمیاں جاری رکھ کر سرعام قانون اور آئین کا مذاق اڑاتے پھر رہے ہیں۔ جبکہ قانون خاموش اور قانون کے محافظ تماشائی کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ کیوں؟۔

ان حالات میں ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ ارتدادی فتنے کا سد باب صرف سنت صدیقیؓ سے ہی ممکن ہے۔ اگر حکومت خطہ کشمیر میں گستاخان رسولؐ قادیانیوں کو لگام اور انہیں قانون کا پابند نہیں کرتی تو لازمی بات ہے کہ مسلمان اپنے نبی ﷺ کی حرمت پر جان دینے کو عین ایمان سمجھتا ہے۔ جبکہ گستاخ رسولؐ کی جان لینے کو اس سے بھی زیادہ افضل سمجھا جاتا ہے۔ تاکہ اسے دنیا میں بھی عبرت کا نشان بنایا جائے۔ یہ کوئی سیاسی جماعت یا پارٹی کا معاملہ نہیں۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کی عزت و ناموس کا مسئلہ ہے جس کا تحفظ مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے۔ ایک ادنیٰ سا مسلمان جس نے اپنی ساری زندگی گناہوں میں گزاری ہو اس کے اندر بھی ایمان کی چنگاری موجود ہوتی ہے جو کسی بھی وقت شعلہ بن کر آتش فشاں بن سکتی ہے۔ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے۔ لیکن اپنے نبی علیہ السلام کی ناموس اور حرمت پر اٹھنے والی آنکھ اور زبان برداشت نہیں کر سکتا۔

بقول حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے کہ: ’’ختم نبوت کی حفاظت میرا جزو ایمان ہے جو شخص بھی اس ردا کو چوری کرے گا، جی نہیں چوری کرنے کا حوصلہ بھی کرے گا میں اس کے گریبان کی دھجیاں

اڑا دوں گا اور جو اس مقدس امانت کی طرف انگلی اٹھائے گا میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ میں حضورﷺ کے سوا کسی کا نہیں جس کے حسن و جمال کو خود رب کعبہ نے قسمیں کھا کر آراستہ کیا میں ان پر نہ مرمٹوں تو لعنت ہے مجھ پر اور ان پر بھی جو ان کا نام تو لیتے ہیں۔ لیکن سارقان ختم نبوت کا تماشہ دیکھتے ہیں۔''ان چند حروف کے بعد ہم ملتمس ہیں آزاد کشمیر کے وزیر اعظم، صدر اور ممبران اسمبلی سے کہ 29 اپریل 1973ء کو منکرین ختم نبوت قادیانیوں کے خلاف متفقہ طور پر پاس ہونے والی قرارداد کی مناسبت سے آزاد کشمیر میں ہر سال 29 اپریل کو عام سرکاری تعطیل کا اعلان کیا جائے اور اس دن یوم ختم نبوت منایا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ آزاد کشمیر میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کو فوری طور پر نافذ العمل بنا کر تحریک آزادی کے بیس کیمپ میں قادیانیوں کے کفریہ مراکز جو حقیقت میں را اور موساد کے مراکز ہیں انہیں فی الفور بند کیا جائے۔ اس سے قبل کہ تحفظ ناموس رسالتؐ کے لئے تحریک شروع ہو۔

اس موقع پر ہم تمام مسلمانوں سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ حضور رحمتہ اللعالمینﷺ کے ساتھ اپنے عشق و محبت اور وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے اردگرد نظر رکھیں۔ جہاں کوئی منکر ختم نبوت قادیانی، مرزائی جھوٹے مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں نظر آئے تو فوراً متعلقہ تھانے میں رپورٹ درج کرائیں یا مقامی سطح پر علمائے کرام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے ذمہ داران کو آگاہ کریں۔ آزاد کشمیر میں امتناع قادیانیت آرڈیننس موجود ہے۔ لیکن ہماری بے حسی اور خاموشی کی وجہ سے اس کا نفاذ نہیں۔ اگر آج ہی خطہ کشمیر کی عوام تحفظ ختم نبوت کے لئے بیدار ہو جائے تو گستاخان رسول قادیانیوں، مرزائیوں کو ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کی ہمت نہیں ہوگی۔

ڈیرہ غازیخان کے دو قادیانی جیل پہنچ گئے

ڈیرہ غازیخان کی سول عدالت نے طیب رند قادیانی، شاہنواز قادیانی کو دو دو سال قید اور بیس بیس ہزار روپے کی سزا دے دی۔ تفصیلات کے مطابق آج سے سات سال پہلے یہ قادیانی قادیانیت کی تبلیغ کر رہے تھے۔ قادیانیت کے پمفلٹ اور رسائل بھی تقسیم کر رہے تھے۔ ضلع ڈیرہ غازیخان کی مشہور شخصیت مولانا صوفی اللہ وسایا امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ڈیرہ غازیخان کو جب قادیانیوں کی اس حرکت کا معلوم ہوا تو مسلمانوں کی گواہی پر ان قادیانیوں کے خلاف تھانہ میں ایف۔ آئی۔ آر درج کرائی۔ مولانا مرحوم اپنی زندگی میں اس مقدمہ کی مکمل سرپرستی کرتے رہے۔ اس دوران مولانا کا انتقال ہو گیا۔ حضرتؒ کے بعد مولانا کے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن غفاری امیر جماعت ڈیرہ غازیخان کے سرگرم راہنما مولانا غلام اکبر ثاقب اور مولانا عبدالعزیز لاشاری نے اس مقدمہ کی پیروی کی۔ اپنے اس جرم کی سزا سے بچتے رہے۔ مگر علماء کرام ڈیرہ غازیخان مولانا محمد اسحاق، مولانا عبدالقدوس چشتی، قاری محمد اسماعیل، قاری محمد مزمل، جناب احمد حسن کھلول اور دیگر علماء کرام نے ان قادیانیوں کے خلاف سات سال ناقہ بندی جاری رکھی۔ آخر جنوری ۲۰۰۹ء میں سول جج ڈیرہ غازیخان نے ان قادیانیوں کو عدالت کے اندر ہی گرفتار کر کے سزا سنائی اور ڈسٹرکٹ جیل بھیج دیا۔ ڈیرہ غازیخان کے علماء کرام نے عدالت کے اس اقدام کا شکریہ ادا کیا اور قادیانیوں کو اس سزا پر خوشی کا اظہار کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی اس کاوش کو شاندار کامیابی قرار دیا۔ پھر عزم کیا کہ قادیانی جب بھی ایسی حرکت کریں گے تو مسلمان ہمیشہ ان قادیانیوں کی کڑی ناقہ بندی کر کے قانونی جنگ جاری رکھیں گے۔

سروے فارمز کی تقسیم اور مدارس کا موقف!

قاری محمد حنیف جالندھری ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

وطن عزیز کے دینی مدارس کے منتظمین، اساتذہ کرام اوران اداروں میں زیر تعلیم لاکھوں طلباء نے ہمیشہ حب الوطنی کا ثبوت دیا اور ملک وقوم کے لئے کسی قسم کی مشکلات پیدا نہیں کیں بلکہ یکسوئی کے ساتھ اپنی تعلیمی اور دینی خدمات میں مصروف رہے۔ لیکن بدقسمتی سے ان مدارس کو ہمیشہ مشکلات سے دوچار کیا گیا اور ہر نئے حکمران نے دینی مدارس کو تختہ مشق بنایا۔ کچھ عرصے کے سکوت کے بعد دینی مدارس کے لئے ایک مرتبہ پھر مشکلات کھڑی کی جارہی ہیں۔ کہیں انکوائری اور تحقیقات کے نام پر حساس اداروں کے اہلکار مدارس ومساجد کی انتظامیہ کو پریشان کرتے دکھائی دیتے ہیں اور کہیں سے سروے فارم کی تقسیم کی اطلاعات موصول ہورہی ہیں۔ کسی مدرسے پر قانون نافذ کرنے والے ادارے اچانک دھاوا بول دیتے ہیں اور کبھی کسی مشکوک شخص کی گرفتاری کے بہانے مدارس پر چھاپے پڑنے لگتے ہیں۔

جہاں تک حکومت کی طرف سے مدارس کے کوائف اکٹھے کرنے کا معاملہ ہے اس کی نہ مدارس نے کبھی مخالفت کی اور نہ ہی نیک نیتی پر مبنی ایسی کسی مہم کے راستے میں رکاوٹ ڈالی بلکہ اس معاملے کا حقیقی پس منظر یہ ہے کہ اس وقت تقریباً پاکستان کے تمام دینی مدارس کی باقاعدہ رجسٹریشن کروائی جاچکی ہے۔ رجسٹریشن کے مراحل کے دوران مدارس کے جملہ کوائف متعلقہ اداروں کے پاس جمع کروائے جاتے ہیں۔ بعدازاں اعلانیہ اور خفیہ طور پر مدارس کے منتظمین کے علاقائی، خاندانی اور تعلیمی ریکارڈ کی خوب چھان پھٹک کی جاتی ہے۔ رجسٹریشن فارم جمع کروانے والے مدارس کی کڑی نگرانی کی جاتی اور پھر ویریفکیشن کے اس لمبے چوڑے پراسس کے بعد کہیں مہینوں بعد جاکر اس ادارے کو رجسٹریشن سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً مختلف اداروں کے اہلکار مدارس انتظامیہ سے مسلسل رابطے میں رہتے ہیں اور مدارس کے کوائف، اساتذہ وطلبہ کی تعداد اور تفصیلات وغیرہ سے متعلقہ معلومات کو ''اپ ڈیٹ'' کیا جاتا رہتا ہے۔ ان تمام مراحل کی تکمیل کے بعد تمام مکاتب فکر کے مدارس کی نمائندہ تنظیمات نے سابقہ حکومت کے ساتھ اصولی طور پر یہ بات طے کی تھی کہ اب بھی اگر قانون نافذ کرنے والے ادارے مدارس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہیں تو وہ سرسری معلومات تو متعلقہ مدرسہ سے براہ راست حاصل کرسکتے ہیں۔ تاہم تفصیلی معلومات کے لئے متعلقہ مدارس کو پریشان اور ہراساں کرنے کی بجائے ان مدارس کی نمائندہ تنظیموں سے رجوع کیا جائے گا۔ لیکن اب اس معاہدے سے انحراف کرتے ہوئے سروے فارمز کی تقسیم شروع کی گئی ہے۔ ان فارمز میں مدارس کے متعلق سوالات کئے گئے ہیں اور چونکہ اکثر مدارس مساجد سے ملحق ہوتے ہیں اس لئے ان فارمز کے ساتھ ساتھ مساجد کے بارے میں بھی ایک فارم گردش کررہا ہے۔ جس میں مساجد کمیٹیوں کے اراکین کے بارے میں پوچھا گیا ہے۔ بالخصوص چند اہم مالی معاونین کے نام، پتے بھی مانگے گئے ہیں۔

مدارس کی نمائندہ تنظیموں کو اعتماد میں لئے بغیر شروع کئے گئے اس سروے کو اہل مدارس شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بعض حلقوں کا خیال ہے کہ یہ مہم ان نادیدہ قوتوں کی کارستانی ہے جو حکومت اور اہل مدارس کے مابین غلط فہمیوں اور محاذ آرائی کی فضا پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ بعض لوگ یہ خدشہ ظاہر کررہے ہیں کہ یہ سروے سرکاری اور حکومتی اداروں نے مغربی ایجنڈے کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل این جی اوز کے ایماء پر شروع کیا ہے۔ بعض لوگ یہ دور کی کوڑی لائے ہیں کہ امریکہ مستقبل قریب میں ڈرون حملوں کا دائرہ بڑھانا چاہتا ہے۔ پہلے وہ حکومتی رضامندی سے قبائلی علاقوں میں مدارس کو نشانہ بناتا رہا ہے پھر جمرود کی مسجد پر ڈرون حملہ ہوا اور آئندہ ڈرون حملوں کا ہدف دینی مدارس ہوں گے۔ چنانچہ پیشگی منصوبہ بندی کے طور پر حالیہ سروے شروع کیا گیا۔ بعض لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ مدارس کے مالی معاونین کا ریکارڈ جمع کر کے انہیں تنگ کیا جائے گا اور مدارس کو معاشی طور پر کمزور کرنے کی کوشش کی جائے گی اور بعض لوگ اس شک وشبہ کا اظہار بھی کررہے ہیں کہ اہل مدارس کے ساتھ اخلاقی اور انتظامی طور پر تعاون کرنے والے کمیٹی ممبران اور اہل مدارس کے مابین غلط فہمیاں اور دوریاں پیدا کرنے کے لئے ان کے کوائف کو استعمال کیا جائے گا۔ یہ تمام خدشات غلط بھی ہوسکتے ہیں اور جزوی طور پر درست بھی۔ ہم نہ ان کی تردید کرتے ہیں اور نہ ہی تائید وتصدیق۔ لیکن بتانا یہ مقصود ہے کہ مدارس کی دنیا میں ان خدشات کا اظہار کیا جارہا ہے۔ ہمارے خیال میں جب حکومت اور مدارس دینیہ کی قیادت کے درمیان پورا سال گزرنے کے باوجود ایک مرتبہ بھی باقاعدہ رابطہ اور باضابطہ مذاکرات نہیں ہوئے تو ایسی صورت میں پیدا ہونے والی بداعتمادی اور باہمی خلیج سے جتنے خدشات جنم لیں اور جتنی غلط فہمیاں پیدا ہوں ان پر قدغن نہیں لگائی جاسکتی۔

مدارس کے حوالے سے موجودہ صورت حال پر غور کرنے کے لئے 8اپریل کو وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ اور 9اپریل کو مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا اور بعدازاں تمام مکاتب فکر کے دینی مدارس کی نمائندہ تنظیموں پر مشتمل ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ'' کا اجلاس اسلام آباد میں منعقد ہوا جس میں تمام مکاتب فکر کے مدارس کو پابند کیا گیا کہ وہ پوچھ گچھ کرنے والے اہلکاروں کے ساتھ کسی قسم کا تعاون نہ کریں اور انہیں اپنی نمائندہ تنظیموں سے رجوع کرنے کا کہیں۔ اسی طرح ملک گیر سطح پر تحفظ مدارس کنونشنز کے انعقاد کا فیصلہ بھی کیا گیا جس سلسلے کا آغاز 29اپریل بروز بدھ دارالعلوم اسلام آباد سے کیا جائے گا۔

اسی طرح یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ صدر، وزیراعظم، دیگر مقتدر قوتوں اور متعلقہ اداروں کے نام بھی خطوط لکھے جائیں اور انہیں مدارس کے جملہ معاملات پر مدارس کی نمائندہ تنظیموں سے مذاکرات کرنے اور انہیں اعتماد میں لینے کی ضرورت پر زور دیا جائے اور لکھا جائے کہ سابقہ حکومتوں کے ساتھ جو امور طے پاگئے تھے انہیں نہ چھیڑا جائے اور مذاکرات کا سلسلہ وہیں سے شروع کیا جائے جہاں سے منقطع ہوا تھا۔ از سرنو زیرو پوائنٹ سے معاملات اور مذاکرات کا آغاز نہ کیا جائے۔ اگر حکومت نے اب بھی اس معاملے کو درخور اعتناء نہ سمجھا تو خدشہ ہے کہ آنے والے دنوں میں معاملات میں مزید بگاڑ پیدا ہوگا۔

دینی مدارس اور دہشت گردی کی تازہ لہر!

قاری محمد حنیف جالندھری ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

وطن عزیز اس وقت بدامنی اور دہشت گردی کی جس لہر کی لپیٹ میں ہے اس پر ہر درد دل رکھنے والا پاکستانی فکر مند ہے۔اس دہشت گردی کے اسباب و وجوہات اور اس کے پس منظر کے حوالے سے بہت کچھ کہا اور سنا گیا ہے۔لیکن ان دنوں ایک منظم منصوبہ بندی کے ساتھ دہشت گردی کی حالیہ لہر کے ڈانڈے دینی مدارس کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی جارہی ہے اور ایسا ماحول بنایا جارہا ہے کہ دینی مدارس ’’تنگ آمد بجنگ آمد‘‘ کا مصداق بن جائیں۔دینی مدارس قیام پاکستان سے لے کر آج تک دینی اور تعلیمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور اس عرصے میں یہ ادارے کسی قسم کی دہشت گردی میں نہ کبھی ملوث رہے ہیں اور نہ ہی ان اداروں نے کسی قسم کے تشدد کا درس دیا ہے۔لیکن اس کے باوجود ان اداروں کو دہشت گردی سے منسوب کرنے کی بھونڈی کوشش کی جاتی رہی۔پہلے پہل جب مدارس کے دہشت گردی میں ملوث ہونے کے بارے میں جھوٹا اور بے بنیاد پروپیگنڈہ کیا جانے لگا تو ارباب مدارس نے ہر فورم پر ایسے مبہم الزامات عائد کرنے کی بجائے ان مدارس کی نشاندہی کرنے کو کہا جہاں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہو یا جہاں اسلحہ موجود ہو۔

چنانچہ نہ تو کسی مدرسے کے بارے میں ٹھوس شواہد پیش کئے جاسکے اور نہ ہی کہیں سے اسلحہ برآمد کیا جاسکا۔بلکہ خود وزارت داخلہ نے اس حوالے سے اعلیٰ سطحی تحقیقات کرنے کے بعد یہ رپورٹ پیش کی کہ پاکستان کا کوئی مدرسہ بھی دہشت گردی میں ملوث نہیں۔ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس کے بعد پروپیگنڈے کا یہ سلسلہ رک جاتا۔لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہوا اور اب پروپیگنڈہ کا سلسلہ ایک قدم آگے بڑھ گیا ہے اور مدارس پر چھاپے مار کر اور مدارس کے بے گناہ طلباء کو حساس اداروں کے ذریعے غائب کروا کر دہشت گردی کا ملبہ مدارس پر ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ امن وامان کی موجودہ سنگین صورتحال اور مذہبی قوتوں پر ڈھائے جانے والے ظلم وستم کے باوجود مدارس کے منتظمین،اساتذہ اور لاکھوں طلباء کو اس دہشت گردی سے خود کو الگ تھلگ رکھنے اور وطن عزیز اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لئے مشکلات کھڑی نہ کرنے کی بنا پر اہل مدارس کو خراج تحسین پیش کیا جاتا۔لیکن الٹا مدارس کے لوگوں کو ہراساں کیا جارہا ہے اور دھونس،دباؤ اور خوف پر مبنی پالیسیاں تشکیل دی جارہی ہیں۔حالانکہ بارہا اس کا تجربہ کیا جاچکا ہے کہ طاقت اور دباؤ پر مبنی پالیسیوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

ایک بات اور اہل مدارس محسوس کرتے ہیں کہ 7/7 کے بعد جس طرح برطانوی آرڈر کی تعمیل میں مدارس کے خلاف کریک ڈاؤن کیا گیا تھا۔اسی طرح ان دنوں بھی مغربی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے مدارس کو تنگ کیا جارہا ہے۔حالیہ دنوں میں متعدد مدارس پر چھاپے مارے گئے۔اسلام آباد کے ایک مدرسہ میں کمانڈوز،حساس اداروں اور پولیس کی بھاری نفری نے اس انداز سے یلغار کی جیسے انڈین فوج کشمیر کی کسی بستی پر لشکر کشی کیا کرتی ہے۔

جب ان لوگوں سے اس ’’یلغار‘‘ کی وجہ معلوم کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ وہ ایک ایسے طالب علم کی تلاش میں آئے ہیں جو لال مسجد میں زیر تعلیم تھا اور آپریشن سائلنس کے دوران اس پر مقدمات بنائے گئے اور اس کے جملہ کوائف کا ریکارڈ سیکورٹی اداروں کے پاس موجود ہے اور وہ صرف دو دن قبل عدالت میں بھی پیش ہوا تھا۔ عدالت میں پیشی کے موقع پر بھی اس کی گرفتاری کے احکامات جاری کئے جاسکتے تھے۔ اسے سانحہ لال مسجد سے اب تک گزرنے والے پونے دو برسوں کے دوران کہیں سے بھی حراست میں لیا جاسکتا تھا۔ اگر اس سے کوئی اور جرم سرزد ہوا تو صرف دو پولیس اہلکار آکر مدرسہ انتظامیہ سے اس طالب علم کو حوالے کرنے کا مطالبہ کرسکتے تھے۔ اس معاملے پر وفاق المدارس سے رجوع کیا جاسکتا تھا۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا اور اس مدرسے پر یلغار کردی گئی۔ اس یلغار کا انداز بتاتا ہے کہ یہ سب کچھ بدنیتی پر مبنی ہے۔ یہ تو صرف ایک مثال ہے۔ ورنہ اس وقت ملک کے تقریباً اکثر اداروں کو اسی قسم کی صورت حال کا سامنا ہے۔

اسلام آباد ہی کے ایک دینی ادارے میں حساس اداروں کے اہلکار نماز فجر سے قبل آدھمکے اور مدرسہ انتظامیہ سے ایک طالب علم کے بارے میں پوچھ گچھ کی اور اسے ساتھ لے جانے کا مطالبہ کیا۔ انتظامیہ نے لاکھ کہا کہ یہ طالب علم ہماری ذمہ داری میں ہے۔ آپ اس کے بارے میں کوئی ثبوت پیش کریں۔ کوئی پوچھ گچھ کرنی ہے تو ہم آپ کو موقع فراہم کرتے ہیں۔ یہیں پوچھ گچھ کرلیں۔ لیکن وہ طالب علم کو ساتھ لے جانے پر مصر رہے اور بالآخر انہوں نے دباؤ ڈال کر مدرسہ انتظامیہ کو اس بات پر قائل کرلیا کہ وہ بھی اس طالب علم کے ساتھ جائیں اور سرسری پوچھ گچھ کا عمل مکمل ہونے کے بعد اسے واپس لے آئیں۔ چنانچہ مدرسے کے دو نمائندے ان کے ساتھ چلے گئے۔ انہیں قریبی تھانے میں لے کر صاف جواب دے دیا گیا کہ آپ لوگ واپس چلے جائیں۔ یہ طالب علم آپ کے ساتھ نہیں جاسکتا اور اب صورت حال یہ ہے کہ اس تھانے کا ایس ایچ او بھی اس طالب علم کے بارے میں اظہار لاعلمی کررہا ہے۔ اسلام آباد کا ایک معیاری دینی ادارہ جس مسجد سے ملحقہ ہے آج سے دس برس قبل اس مسجد کی منتظمہ کمیٹی سے مالی خورد برد کے الزام میں برطرف ہونے والے ایک شخص کو حال ہی میں دوبارہ مسجد کمیٹی میں عہدے کے حصول کا شوق چڑھا تو اس نے اس مدرسہ کے خلاف جھوٹے الزامات پر مبنی درخواست دے دی اور پھر حساس اداروں نے اس شخص سے شواہد کا مطالبہ کئے بغیر مسجد و مدرسہ کے منتظمین کا ناک میں دم کئے رکھا۔ یہ تو صرف اسلام آباد کی چند مثالیں ہیں۔ ملک کے دیگر حصوں کے مدارس کے حالات اس سے کہیں زیادہ ابتر ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں اس طرح کے واقعات سے مدارس میں اشتعال اور انتشار پیدا ہوتا ہے۔ نوجوان طلباء میں ردعمل کی سوچ پروان چڑھتی ہے جو انہیں تشدد پر آمادہ کرتی ہے اور پھر ایسے طلباء کے دہشت گردی کے واقعات میں استعمال ہونے کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔ اس صورت حال میں مدارس کی نمائندہ تنظیموں اور منتظمین کے لئے یہ صورت حال خاصی پریشان کن ہے۔ نوجوان طلباء ہم سے مسلسل پوچھتے ہیں کہ آخر ہمارا جرم کیا ہے جس کی پاداش میں ہم سے امتیازی سلوک کیا جاتا ہے؟۔ آخر ہم کب تک صبر کے گھونٹ پیتے رہیں گے؟۔ جب یہ سوچ مزید پختہ ہوتی ہے تو ایسے ناراض نوجوان مدارس کو خیرباد کہہ جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ طلباء جب تک مدارس کے نظم اور چاردیواری کے اندر

ہوتے ہیں انہیں کسی منفی سرگرمی میں ملوث ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ بلکہ داخلے کے موقع پر ان سے یہ عہد لیا جاتا ہے کہ:

''وہ دوران تعلیم اپنی تمام تر توجہ حصول تعلیم پر مرکوز رکھیں گے اور ہر قسم کے لایعنی مشاغل سے اجتناب کریں گے۔ اور ملک میں کام کرنے والی تمام تنظیموں سے الگ تھلگ رہیں گے اور بالخصوص سیاسی سرگرمیوں سے مکمل اجتناب کریں گے۔''

یہ عبارت تقریباً تمام مدارس کے داخلہ فارم میں موجود ہوتی ہے۔ اس لئے مدارس کے طلباء کے کسی بھی منفی سرگرمی کے لئے استعمال ہونے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ لیکن اگر وہ مدرسہ چھوڑ کر چلے جائیں تو وہ کسی کے کنٹرول میں نہیں ہوتے۔ اس لئے مدارس کے طلباء کو مدارس کی محفوظ چار دیواری کے اندر ہراساں کرنے کا سلسلہ فی الفور بند ہونا چاہئے۔ تاکہ وہ کسی قسم کے انتہائی اقدام اور بغاوت پر آمادہ نہ ہو پائیں۔

یہاں ایک اور بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ مدارس کی حیثیت سے تو کبھی بھی دہشت گردی کی حمایت نہیں کی گئی۔ لیکن اگر خدانخواستہ کوئی طالب علم انفرادی طور پر کسی منفی حرکت کا مرتکب پایا بھی جائے تو اس کی وجہ سے مدارس کے پورے سسٹم کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ جیسے حکومت نے خود اجمل قصاب کے معاملے میں ''نان سٹیٹ ایکٹرز'' کا تصور پیش کیا تھا۔ اسی طرح اگر کوئی مدارس سے متعلقہ شخص ایسے کسی عمل میں ملوث پایا گیا تو وہ بھی مدارس کے حق میں ''نان مدارس ایکٹرز'' ہیں۔ ان کے انفرادی افعال پر مدارس پر یلغار کرنے سے گریز کیا جائے۔ ایسے عناصر کے خلاف کاروائی کی راہ میں مدارس رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ تاہم ثبوت اور شواہد کا مطالبہ ہمارا آئینی اور قانونی حق ہے اور کسی کو اس کی اجازت بھی نہیں دے سکتے کہ وہ وجہ بتائے بغیر مدارس کے طلباء کی ماورائے قانون اغواء کاری کا ارتکاب کرے۔

اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے اجلاس کے بعد حکومت کو یہ بھی پیشکش کی گئی ہے کہ مدارس اور مذہبی طبقات کی نمائندہ قیادت موجودہ دہشت گردی کے خاتمے، امن وامان کی بحالی اور ناراض لوگوں سے مفاہمت کے لئے ہر ممکنہ کردار ادا کرنے پر آمادہ ہے۔ لیکن یہاں تو الٹی گنگا بہہ رہی ہے کہ دہشت گردی کی آگ کو بجھانے کے لئے ارباب مدارس کا تعاون حاصل کرنے کی بجائے مدارس کو تنگ کر کے بعض جذباتی نوجوانوں کو دہشت گردی کا راستہ دکھانے اور دہشت گردی کی اس آگ پر تیل چھڑکنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

مکتوب سلانوالی، تین قادیانی خاندانوں کا قبول اسلام

ماہ مارچ میں سلانوالی میں عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے کافی گہما گہمی ہوئی ہے۔ جماعت سلانوالی کی طرف سے ۶ پروگرام سیرت النبیؐ وعقیدہ ختم نبوتؐ پر منعقد کئے گئے۔ جس میں سرگودھا سے مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا نور محمد ہزاروی، لالیاں سے مولانا احمد چاریاری، چناب نگر مرکز ختم نبوت سے مولانا غلام مصطفیٰ تشریف لائے۔ ہماری تبلیغ کی برکت سے قادیانیت کے دو سے تین خاندان مشرف بااسلام ہوئے۔ مسلک دیوبندی، بریلوی واہل حدیث تینوں حضرات کو ایک پلیٹ فارم پر بلا کر مقامی انتظامیہ کو قادیانیت کی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔

غدار اسلام ...... غدار پاکستان!

فیاض حسن سجاد

ایکسپریس نیوز چینل میں 18 مارچ کو جاوید چوہدری کے پروگرام ’’کل تک‘‘ میں ذہین طالب علم علی معین نوازش تک کے تعارف کا پروگرام تھا جو ایک مستحسن اقدام اور اچھی روایت ہے۔ لیکن انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ کالم نگار اور اینکر پرسن جاوید چوہدری نے مشہور قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے۔ اس کی علمیت اور نوبل پرائز حاصل کرنے کے قصیدے پڑھے۔ نوبل انعام کے حوالے سے اس کو دنیائے اسلام کا ہیرو دین ودنیا کے اعتبار سے ایک کامیاب انسان قرار دیا۔ جناب جاوید چوہدری نے کمال سادگی یا ہوشیاری، بے خبری یا دین سے بے حسی کی وجہ سے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی اسلام اور پاکستان کے لئے کوئی خدمت نہیں ہے۔ یہودیوں نے اس کو نوبل پرائز صرف قادیانی ہونے کے ناطے دیا ہے۔ قادیانی اسلام اور ملک کے غدار ہیں۔ بلکہ ملت اسلامیہ کے لئے ناسور ہیں۔ قادیانیوں کی اسلام دشمنی واضح ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا اور خود کو اللہ کا نبی ورسول کہا۔ انگریزی سلطنت کی بقاء کے لئے جہاد کو حرام قرار دیا۔ انگریزوں کی اطاعت کو عین ایمان قرار دیا۔ ملکہ وکٹوریہ کو زمین کا نور اور خود کو آسمان کا نور قرار دیا اور ملکہ وکٹوریہ کو رحمت کا سایہ قرار دیا۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے والوں کو خدا اور رسول کا باغی حرامی اور بدکردار قرار دیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو نوبل انعام ملنے کی وجہ یہ ہے کہ قادیانیت کی تشہیر کرانا مقصود تھا۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی نے کونسی سائنسی خدمات سرانجام دیں۔ انسانیت کو کیا فائدہ پہنچایا۔ مسلمانوں کے لئے کیا کیا ہے۔ پاکستان کا کونسا مسئلہ حل ہوا۔ آج تک کسی مسلمان کو یہ نوبل انعام نہیں ملا۔

محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر کو کیوں نہیں دیا گیا۔ ان کی خدمات عالم اسلام کے لئے اظہر من الشمس ہیں۔ انہوں نے پاکستان کو ناقابل تسخیر بنانے کے لئے ناقابل فراموش کام کیا ہے۔ اس کے برعکس ڈاکٹر سلام قادیانی نے کونسا معرکہ سرکیا۔ پاکستان کے ایٹمی اداروں میں کونسی انقلابی تبدیلیاں لائے۔ وہ تو بھارت کو پاکستان کے بارے میں اطلاعات فراہم کرتا رہا۔

ملت اسلامیہ کے عظیم سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان فرماتے ہیں کہ:

’’ڈاکٹر عبدالسلام 1959ء سے اس کوشش میں تھے کہ انہیں نوبل انعام ملے۔ آخر کار آئن سٹائن کے صد سالہ یوم وفات پر ان کو مطلوبہ انعام دے دیا گیا۔ دراصل قادیانیوں کا اسرائیل میں باقاعدہ مشن ہے جو ایک عرصے سے کام کررہا ہے۔ یہودی چاہتے تھے کہ آئن اسٹائن کی برسی پر اپنے ہم خیال لوگوں کو خوش کردیا جائے۔ سو ڈاکٹر عبدالسلام کو بھی انعام سے نوازا گیا۔‘‘ (ہفت روزہ چٹان لاہور 6 فروری 1986ء)

یہ تو تذکرہ ہے یہودیوں کی نوازش کا۔ اب جہاں تک ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کی اہلیت وقابلیت کا ذکر ہے تو آنجہانی جس دور میں گورنمنٹ کالج لاہور میں لیکچرار تھے تو ان کے طلباء ان کے پڑھانے کے طریقہ کار سے

مطمئن نہ تھے اور کالج کے پرنسپل نے ان کی پرسنل فائل میں لکھا تھا کہ وہ ایک نااہل استاد ہیں جو اپنے شاگردوں کو مطمئن کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ شخص جو اپنے کالج کے طلباء کو مطمئن نہ کر سکا وہ نوبل انعام کے لئے بین الاقوامی یہودی دماغوں کو مطمئن کر گیا۔ نوبل انعام کیا چیز ہے۔ یہود و نصاریٰ نے تو ڈاکٹر سلام قادیانی کے پرائمری فیل پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کو ''نبوت'' عطا کر دی تھی۔

جب 1974ء میں پاکستان کے مسلمانوں کے زبردست مطالبہ اور تحریک کے نتیجہ میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو کافر قرار دیا تو ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی اس فیصلے پر احتجاج کرتے ہوئے پاکستان چھوڑ کر انگلستان چلا گیا اور پھر پوری دنیا میں گھوم کر پاکستان کی قومی اسمبلی اور اس عظیم فیصلے کے خلاف خوب زہر اگلا۔ اس فیصلے کے کچھ مدت بعد پاکستان میں ایک بہت بڑی سائنسی کانفرنس ہو رہی تھی۔ وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے ڈاکٹر عبدالسلام کو بھی کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ بھیجا۔ لیکن ڈاکٹر عبدالسلام نے انتہائی غصہ میں اس کا جواب مندرجہ ذیل ریمارکس کے ساتھ اسے وزیراعظم سیکرٹریٹ کو بھیج دیا:

I do not want to set foot on this accursed land until the constitutional amendment is withdrawn.

''میں اس لعنتی ملک پر قدم نہیں رکھنا چاہتا جب تک آئین میں کی گئی ترمیم واپس نہ لی جائے۔''

(حوالہ غدار پاکستان)

یہ زہریلا جواب سن کر وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو سمیت پوری پاکستانی قوم میں غم وغصہ کی شدید لہر دوڑ گئی۔

آنجہانی ڈاکٹر عبدالسلام کی بھارت کے سابق وزیراعظم راجیو گاندھی سے بڑی دوستی تھی۔ وہ کبھی پوشیدہ اور کبھی اعلانیہ بھارت کا دورہ کرتا تھا۔ بھارت جب بھی کوئی نیا اسلحہ بناتا تو وہ ہمیشہ بھارت کو مبارکباد بھیجا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب قادیانیوں نے اپنا سالانہ عالمی جلسہ بھارت میں کرنے کا فیصلہ کیا تو بابری مسجد شہید کرنے والے اور ہزاروں کشمیریوں کا خون پینے والے بھارت نے انہیں بخوشی اجازت دیدی اور ان کے راستے میں اپنی پلکیں بچھا دیں۔ بھارتی ٹی وی اور بھارتی اخبارات نے قادیانیوں کے ارتدادی پروگرام کو خود کوریج دی۔ پاکستان سے جانے والے ہزاروں قادیانیوں کی واہگہ بارڈر پر بڑی آؤ بھگت کی گئی۔ انہیں باراتیوں کی طرح قادیان لے جایا گیا اور جلسہ ختم ہونے پر انہیں تحائف دے کر بڑی تکریم سے روانہ کیا گیا۔ سوال اٹھتا ہے کہ بھارتیوں اور قادیانیوں میں اتنی محبت کی کیا وجہ ہے؟۔ اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے اور وہ ''اسلام اور پاکستان دشمنی''

ایک خطرناک سازش کے تحت اس غدار اسلام، غدار وطن اور غدار ملت اسلامیہ کو سائنسی ہیرو بنا کر نصابی کتب میں شامل کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ کالجوں کی لائبریریوں اور لیبارٹریوں کو اس کے نام سے منسوب کرنے کے لئے خفیہ چہرے سرگرم ہیں۔ قادیانیوں کے ایماء پر دین فروش صحافیوں کی ایک لابی اپنے کالموں اور تجزیوں میں ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ اصل میں قادیانیت کی تبلیغ ہے۔ شافع محشر رحمت دو عالم ﷺ سے غداری ہے۔ اسلام میں حضور نبی کریم ﷺ کے دشمنوں اور گستاخوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خانؒ کا سفر آخرت!

مولانا اللہ وسایا

۵/ مئی ۲۰۰۹ء رات پونے دو بجے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیه راجعون! اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بقعۂ نور فرمائیں اور ان کو قبر میں جنت کی راحتیں و آسائشیں نصیب فرمائیں۔ ان کے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ ساتھ ان کی مکمل حفاظت ونصرت فرمائیں۔ ’’اللھم ارحمه واجعل قبره روضة من ریاض الجنة امین بحرمة خاتم النبیین‘‘

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر کے والد گرامی کا نام نور محمد خان تھا۔ وہ مانسہرہ کے ایک گاؤں ڈھکی چیڑاں داخلی کڑمنگ کے رہنے والے تھے۔ ان کے گھر مولانا سرفراز خان ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ہزارہ وگردونواح میں حاصل کی اور حصول تعلیم کے لئے تکلیف دہ اور صبر آزما مراحل سے آپ کو گذرنا پڑا: ’’حنا رنگ لاتی ہے، پتھر پے پس جانے کے بعد‘‘ ان مصائب کو جھیل کر بڑے مجاہدہ سے آپ وادی علم کو طے کرتے رہے۔ ۱۹۴۱ء میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث پڑھا۔ ۱۹۴۳ء میں آپ گکھڑ میں تشریف لائے۔ اوّلاً جس مسجد میں پڑھنا پڑھانا، درس دینا، جمعہ پڑھانا شروع کیا۔ تادم واپسیں اسی مسجد کو ہی اپنی علمی سرگرمیوں کا مرکز بنائے رکھا۔ یہاں پر مکان بنایا اور یہیں سے جنازہ اٹھا۔ استقلال و وفاء کی دنیا میں ایک مثال قائم کر گئے۔

مولانا محمد سرفراز خان صفدر، گھٹا کسرتی جسم، درمیانہ قد، داڑھی مبارک دراز، چہرہ پر علم کا جلال اور عمل کا نور، پیشانی کشادہ، نگاہ عقابی، ناک ستواں، خدوخال محبوبانہ، رنگ پکا سرخی وسفیدی مائل، حفاظت نظر کے لئے گردن ہمیشہ جھکی ہوئی، کپڑے اکثر سفید، جوانی میں سر پر ہمیشہ پگڑی، اس کے نیچے کپڑے کی ٹوپی، خندہ رو، بولیں تو علم، ابلتے چشمہ کی مانند رواں دواں، مشکل سے مشکل مسئلہ چٹکیوں میں حل کرنے کے ماہر، پاکستان میں اس وقت فن حدیث کے سب سے بڑے ماہر وامام، قلم شستہ، تحریر میں پختگی وروانگی، تمام اختلافی مسائل پر قلم اٹھایا۔ لیکن متانت کے ساتھ، قرآن وسنت کے دلائل سے ان مسائل میں علماء دیوبند کے عقائد کی تشریح فرمائی کہ دوست ودشمن اہل علم حضرات عش عش کر اٹھے۔

بعض مقامات جواب آں غزل آیا ہو تو اس سے انکار نہیں۔ لیکن اس میں بھی انہوں نے علمی وقار ومتانت کو داغ دار نہیں ہونے دیا۔ بلکہ مثال قائم فرمائی کہ اہل علم کے اختلاف کی حدیں یوں ہوتی ہیں۔ راقم نے اوّلاً آپ کی زیارت ۶۸، ۱۹۶۷ء میں مدرسہ مخزن العلوم خانپور میں کی۔ ختم بخاری کے موقع پر حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے سالانہ جلسہ عام کا اہتمام کیا۔ سہ روزہ اجتماع میں اس وقت کی تمام چوٹی کی دینی قیادت شمولیت فرماتھی۔

راقم کو اللہ رب العزت نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی شمولیت سے سرفراز کیا تو تقریباً اکثر و بیشتر چنیوٹ کی سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان کی زیارت کا موقع مل جاتا۔ یہ کانفرنس دسمبر میں منعقد ہوتی تھی۔ آپ نصرۃ العلوم میں پہلے وقت پڑھا کر کانفرنس میں شرکت کے لئے چنیوٹ کا سفر کرتے۔ ظہر کے بعد اجلاس میں آخری بیان کرتے۔ عصر پڑھ کر واپسی ہو جاتی۔ سردیوں کے دن ہوتے، اکثر سواتی دھسہ پہنے ہوئے، سر پر پشاوری پگڑی، عینک لگائے، ہاتھ میں عصا لئے سٹیج پر تشریف لاتے۔ تمام تر سادگی کے باوجود ہر خورد وکلاں کی نگاہوں کا مرکز بن جاتے۔

نماز عصر کے بعد بسا اوقات چائے کے دوران علیحدگی میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی ایک دوسرے سے مشاورت کا منظر بھی راقم کی آنکھوں میں گھومتا نظر آ رہا ہے۔ ایک بار اپنی صحت کے آخری دور میں آپ جامعہ قاسم العلوم میں ختم بخاری کے موقع پر تشریف لائے۔ اتفاق کی بات ہے کہ مجلس کے بڑے حضرات سب سفر پر تھے۔ راقم دفتر میں اکیلا تھا۔ عشاء سے قبل قاسم العلوم ملتان حاضر ہوا۔ حضرت کے ساتھ آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالقدوس قارن استاذ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم تھے۔ ان سے عرض کیا کہ عشاء کے متصل بعد ختم بخاری ہے۔ اس کے بعد رات گئے تک جلسہ جاری رہے گا۔ حضرت آرام نہیں کر سکیں گے۔ اگر قیام دفتر ختم نبوت ہو جائے تو بہت مناسب رہے گا۔ مولانا قارن صاحب نے فقیر کی طرف سے حضرت کی خدمت میں درخواست پیش کی۔ خندہ پیشانی سے قبول فرمالی۔ ہمارے بخت جاگ اٹھے۔ آپ نے جامعہ قاسم العلوم کے شیخ الحدیث مولانا محمد اکبر خان صاحب دامت برکاتہم سے فرمایا کہ ختم بخاری کے بعد مجھے آرام ختم نبوت کے دفتر کرنا ہے۔ مولانا محمد اکبر خان نے فرمایا کہ صبح نماز کے بعد آپ کے درس قرآن مجید کا بھی قاسم العلوم جامع مسجد میں ہم نے اعلان کر رکھا ہے۔ تو حضرتؒ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اذان کے بعد دفتر ختم نبوت سے لے لینا۔ نماز فجر یہاں آپ کے ہاں باجماعت ادا کریں گے۔ لیجئے! تشریف آوری یقینی ہوگئی۔ آپ آرام کے لئے دفتر تشریف لائے۔ صاحبزادہ مولانا عبدالقدوس اور حضرت کے لئے نیچے کے مہمان خانہ میں بستر لگوا دیئے۔ لیٹنے سے قبل چائے یا دودھ کا کپ نوش فرمایا۔ طہارت و وضو فرمایا اور لیٹ گئے۔

دفتر میں وقت یہ کہ گھنٹی بھاری آواز کی لگوائی ہے۔ سردی کی راتوں میں مہمان آ جائیں تو گھنٹی سے ساتھی بیدار ہو کر دروازہ کھول دیتے ہیں۔ خیال ہوا کہ گھنٹی کھلی رہی کوئی مہمان آیا اس نے گھنٹی بجادی تو حضرت کے آرام میں خلل آئے گا۔ ساتھیوں سے عرض کیا کہ آپ سو جائیں۔ صبح سے کچھ دیر قبل تازہ عمدہ چائے کا نظم کرنا ہوگا اور ساتھ میں فرائی ایک ایک انڈہ اور کیک بھی منگوا کر ابھی رکھ لیں۔ ساتھی سو گئے۔ راقم نے گھنٹی بند کر دی اور خود دربان بن کر گیٹ پر رات گذار دی کہ کوئی آہٹ ہو تو دروازہ کھل جائے اور بغیر شور وغل کے مہمان کو ٹھہرا لیا جائے۔ تاکہ حضرتؒ کو تکلیف نہ ہو۔ رات کے آخری حصہ میں حضرتؒ معمول کے مطابق از خود اٹھ گئے۔ گرم پانی پیش کیا۔ وضو فرمایا اور معمولات میں مشغول ہو گئے۔ آذان فجر سے قبل چائے نوش فرمائی۔ آذان شروع ہوتے ہی حضرت مولانا محمد اکبر خان مدظلہ تشریف لائے۔ انہوں نے بھی چائے نوش فرمائی اور حضرتؒ روانہ ہو گئے۔ امید ہے کہ جس ذات

کریم تعالیٰ نے ایک رات اپنے مقبول بندے کی خدمت کی توفیق دی۔ اس خدمت کے صدقے خادم کی بھی نجات فرمادیں گے۔ وما ذالك على الله بعزيز!

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ سے ایک یادگار ملاقات جو گھنٹوں پر محیط ہے وہ گکھڑ میں ہوئی تھی۔ ملک عزیز کے نامور خطیب، جفاکش اور مجاہد اسلام جناب حافظ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری مدظلہ جانشین امیر شریعتؒ، وروح رواں مجلس احرارالاسلام پاکستان نے اپنے مسلک کی تمام جماعتوں کو مجلس علماء اسلام کے نام پر جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کو اس کی امارت کے لئے آمادہ کرلیا۔ آپ نے امارت قبول فرمائی۔ یکے بعد دیگرے لاہور اور مختلف مقامات پر تمام جماعتوں کے نمائندگان کے اس نئے پلیٹ فارم پر اجلاس منعقد ہوئے۔ راقم اپنی تبلیغی مصروفیات کے باعث کسی اجلاس میں شریک نہ ہو پایا تو ایک ملاقات میں حضرت المکرم جانشین امیر شریعت سید عطاء المؤمن نے حکماً فرمایا کہ گکھڑ میں فلاں تاریخ کو مجلس علماء اسلام کی میٹنگ پر ضرور حاضر ہونا ہے۔ ان کے حکم خاص اور پہلے کی غیر حاضریوں کی ندامت دھونے کا موقعہ مل گیا۔ مقررہ تاریخ پر حضرت مولانا قاری محمد یوسف صاحب عثمانی رکن مرکزی مجلس شوریٰ کے ہمراہ گکھڑ جا حاضری دی۔ حضرتؒ کے ایک ملنے والے کے وسیع وعریض مکان کے ہال میں بھرپور میٹنگ ہوئی۔ تمام جماعتوں کی نمائندگی تھی۔ حضرتؒ بھی گھنٹوں اس اجلاس کی آخر تک صدارت پر متمکن رہے۔ اجلاس میں حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجلس علماء اسلام میں شریک جماعتوں کے راہنما مجلس علماء کے نظم کو چلانے کے لئے عہد کریں کہ وہ کوئی اور نیا پلیٹ فارم نہیں بنائیں گے۔ نہ اس میں شریک ہوں گے۔ آپ کا اشارہ مخدوم زادہ مولانا زاہد الراشدی کی طرف تھا کہ انہوں نے ان دنوں ایک نیا پلیٹ فارم بنایا۔ ''اسلامک ہیومن رائیٹس'' یا اس سے کوئی ملتا جلتا اس کا نام تھا۔ حضرت شاہ صاحب کی اس تجویز پر راقم نے بھی موقعہ غنیمت جان کر کہا کہ نہ صرف اندرون ملک نئی جماعت نہ بنائیں بلکہ بیرون ملک بھی۔ مولانا زاہد الراشدی میری چوٹ کو سمجھ کر اچھلے اور قہقہہ مارا، تو اس موقع پر حضرت شیخ الحدیثؒ نے سر اٹھا کر ایک بار مولانا راشدی کی طرف اور دوسری بار راقم کی طرف دیکھا اور مسکرائے۔ اس پر راقم نے سوچا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ پر اس تجویز کے میرے تائیدی کلمات کا منفی اثر نہ پڑا ہو۔ لیجئے لیپا پوتی میں راقم نے ایک اور حماقت کرڈالی۔ کہنا یہ چاہتا تھا کہ جس جماعت کے والد گرامی شیخ الحدیثؒ سربراہ ہیں۔ مولانا زاہد الراشدی بحیثیت ایک جماعت کے نمائندہ اور شیخ الحدیثؒ کے صاحبزادہ ہونے کے ناتہ اپنا تمام وزن اسی پلڑے میں ڈالیں۔ بس اس کی تشریح میں اپنی حماقت سے ایک جملہ بھی کہہ دیا کہ بچھے کسی کھرلی سے اور دودھ کسی دوسری کھرلی میں۔ یہ مناسب نہیں۔ اس پر مولانائے محترم مولانا بشیر احمد شاد پھڑک اٹھے اور زوردار تائید فرمائی۔ اس لئے کہ وہ بھی شاکی تھے کہ جمعیت علماء اسلام (س گروپ) بنانے میں بانی کا کردار مولانا راشدی دامت برکاتہم کا تھا۔ اب اسے بھی چھوڑ دیا۔ گویا (روندی یاراں نوں ناں لے لے بھرانواں دے) مولانا بشیر احمد شاد نے میری تائید میں اپنا دکھڑا کہہ سنایا۔ اب حضرت سید عطاء المؤمن شاہ بخاری نے جو مصرعہ اٹھایا تھا وہ راقم نے شعر بنادیا۔ مولانا شاد نے اس پر غزل مکمل کرڈالی۔ مولانا راشدی نے فقیر کی طرف غضب ناک نظروں سے ہلکی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے ہوئے دیکھا۔ (کہ کیا طوفان

بدتمیزی کھڑا کردیا) فقیر نے ہمیشہ کی طرح ان کے سامنے نیازمندی کے ساتھ آنکھیں جھکالیں۔ اس پر حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ اصولاً صحیح ہے کہ جماعتیں بہت ہیں۔ نت نئی جماعت ٹھیک نہیں اور مجلس علماء اسلام کو بھی کوئی نئی جماعت نہ سمجھا جائے۔ یہ تو اتحاد کے لئے ایک کوشش ہے۔ یہ فرما کر مزید بحث کا دروازہ بند فرمادیا۔

ایک بار مولانا اختر کاشمیری نے سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے انکار کے لئے ابن خلدون کے مقدمہ سے اقتباس لے کر مضمون اچھل ڈالا۔ راقم ان سے لاہور میں ملا اور عرض کیا کہ آپ کب سے خارجی ہوگئے؟ باتوں باتوں میں انہوں نے فرمایا کہ مضمون تو اگل ڈالا۔ اب ایک شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدرؒ اور دوسرا مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے قلم سے ڈر لگ رہا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ دوبار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں بھی تشریف لائے۔ ایک بار حضرت مولانا محمد جمیل خان شہیدؒ ذریعہ بنے۔ دوسری بار حضرت مولانا زاہد الراشدی کی عنایت کام آئی۔ ایک بار ڈھاکہ میں آل بنگلہ دیش ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے حضرت شیخ الحدیثؒ نے بمع اپنے جانشین حضرت مولانا زاہد الراشدی کے کراچی تک کا سفر فرمایا۔ کانفرنس کی منظوری نہ ملنے کے باعث سفر ملتوی کرنا پڑا۔ رب کی شان ایسے آخری مرحلہ پر منظوری ملی۔ کانفرنس تو ہوگئی لیکن تنگی وقت کے باعث باہر سے مہمان حضرات کی شرکت نہ ہوسکی۔

۱۱؍اپریل ۲۰۰۹ء کو ختم نبوت کانفرنس بادشاہی مسجد لاہور کے لئے اپنے صاحبزادہ اور ہمارے مخدوم ومخدوم زادہ مولانا عبدالحق خان بشیر کے ذریعہ پیغام بھجوایا۔ جسے مولانا عبدالقدوس قارن نے اپنے بیان میں لاکھوں سامعین کے سامنے دہرایا۔ شیخ الحدیث کے تقریباً الفاظ آپ نے یوں ارشاد فرمائے کہ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ: ''تحفظ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کے لئے میرے تمام شاگرد، مریدین ومتعلقین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ہر قسم کا بھرپور تعاون فرمائیں کہ یہ جماعت ہمارے بزرگوں کی قائم کردہ ہے۔ میری سب کو یہ نصیحت اور حکم ہے۔''

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے آپ کا یہ ارشاد ایک اعزاز سے کم نہیں۔ تقریباً یہی جملے مولانا عبدالحق خان بشیر نے آپ کے جسد اطہر کے سامنے جنازہ سے قبل بھی ارشاد فرمائے۔ غالباً یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کا آخری پیغام ہے جو لاہور کے جلسہ عام میں سنایا گیا۔ مجلس کے خدام اسے اپنے لئے حرز جان سمجھیں۔ فلحمدللہ!

حضرت شیخ الحدیثؒ امت کا مشترکہ سرمایہ تھے۔ ہر جماعت اپنی نسبت حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ قائم کرنے میں اپنی سعادت سمجھتی ہے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ مسلک دیوبند کی ہر جماعت کو انہوں نے اپنی شفقتوں سے نوازا۔ جمعیت علماء اسلام کے ضلعی کے امیر بھی رہے۔ غرض جمعیت علماء اسلام کی قیادت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا عبیداللہ انورؒ، مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت حضرت امیر شریعتؒ، حضرت جالندھریؒ، حضرت قاضی صاحبؒ، حضرت مناظر اسلامؒ سے آپ کا تعلق عشق ومحبت، احترام باہمی اور دوستانہ تھا۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ، حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی، سے دینی تعلق اتنا مثالی تھا جو بالا آخر رشتہ

داری کا روپ دھار گیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کے ورثاء اور نام لیواؤں کو بھی اس تعلق کو نبھانے کی توفیق رفیق فرمائیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نے ردقادیانیت پر بھی تین کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ا...... ’’عقیدہ ختم نبوت قرآن وسنت کی روشنی میں‘‘ ۲...... ’’توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام‘‘ ۳...... ’’چراغ کی روشنی‘‘ آخری رسالہ میں معراج جسمانی کے مسئلہ کو مبرہن کیا۔ جس کا مرزا قادیانی نے صراحتاً انکار کیا اور پھر اس مسئلہ میں ماضی قریب میں مودودی صاحب نے بھی تشکیک کی راہ اپنائی۔ یہ ان کے رد پر مشتمل ہے۔ اللہ رب العزت کو منظور ہے تو احتساب قادیانیت کی کسی قریبی جلد میں ان رسائل کو بھی یکجا شائع کرنے کی سعادت نصیب ہو جائے گی۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر جیل کی کوٹھریوں کو آباد کیا۔ اس کی تفصیل میں خود آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’اللہ تعالیٰ نے راقم اثیم (حضرت شیخ الحدیث) پر جو احسانات اور انعامات کئے ہیں۔ راقم اثیم قطعاً ویقیناً اپنے آپ کو ان کا اہل نہیں سمجھتا۔ یہ صرف اور صرف منعم حقیقی کا فضل وکرم ہے کہ حضرات علماء اور طلباء اور خواص وعوام اس ناچیز سے محبت بھی کرتے اور قدردانی بھی کرتے ہیں۔ ڈھول اندر سے تو خالی ہوتا ہے۔ مگر اس کی آواز دور دور تک جاتی ہے۔ یہی حال میرا ہے کہ علم وعمل تقویٰ اور ورع سے اندر خالی ہے اور حقیقت اس کے سوا نہیں کہ من آنم کہ من دانم۔ راقم اثیم تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) کے دور میں پہلے گوجرانوالہ جیل میں پھر نیو سنٹرل جیل ملتان میں کمرہ نمبر۱۴ میں مقید رہا۔ ہماری بارک نمبر۶ دو منزلہ تھی اور اس میں چار اضلاع کے قیدی تھے اور سبھی ہی علماء طلباء تاجر اور پڑھے لکھے لوگ تھے جو دیندار تھے۔ اضلاع یہ ہیں ضلع گوجرانوالہ، ضلع سیالکوٹ، ضلع سرگودھا اور ضلع کیمل پور (فی الحال ضلع اٹک) بحمداللہ تعالیٰ جیل میں بھی پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری تھا۔ راقم اثیم قرآن کریم کا ترجمہ، موطا امام مالک، شرح نخبۃ الفکر اور حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ کتابیں پڑھاتا رہا۔ دیگر حضرات علماء کرام بھی اپنے اپنے ذوق کے اسباق پڑھتے پڑھاتے رہے۔ آخر میں راقم اثیم کمرہ میں اکیلا رہتا تھا۔ کیونکہ باقی ساتھی رہا ہو چکے تھے اور میں قدرے بڑا مجرم تھا۔ تقریباً دس ماہ جیل میں رہا اور ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق کی تردید میں بجواب دو اسلام ’’صرف ایک اسلام‘‘ وہاں ملتان جیل ہی میں راقم اثیم نے لکھی تھی۔

خواب نمبر۱: ۱۳۷۲ھ، ۱۹۵۳ء میں تقریباً سحری کا وقت تھا کہ خواب میں مجھ (حضرت شیخ الحدیثؒ) سے کسی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آرہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہاں آرہے ہیں؟ تو جواب ملا کہ یہاں تمہارے پاس تشریف لائیں گے۔ میں خوش بھی ہوا کہ حضرت کی ملاقات کا شرف حاصل ہوگا اور کچھ پریشانی بھی ہوئی کہ میں تو قیدی ہوں۔ حضرت کو بٹھاؤں گا کہاں؟ اور کھلاؤں پلاؤں گا کیا؟ پھر خواب ہی میں یہ خیال آیا کہ راقم کے نیچے جو دری، نمدہ اور چادر ہے یہ پاک ہیں۔ ان پر بٹھاؤں گا۔ خواب میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھ ان کا ایک خادم تشریف لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سر مبارک ننگا تھا۔ چہرہ اقدس سرخ اور داڑھی مبارک سیاہ تھی۔ لمبا سفید عربی طرز کا کرتا زیب تن تھا، اور نظر نہیں آتا تھا مگر محسوس یہ ہوتا تھا کہ نیچے حضرت نے جانگیہ اور نیکر پہنی ہوئی ہے اور آپ کے خادم کا لباس سفید تھا۔ فٹ کرتا اور

قدرے تنگ شلوار اور سر پر سفید اور اوپر کو ابھری ہوئی نوک دار ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ راقم اثیم نے اپنے بستر پر جو زمین پر بچھا ہوا تھا دونوں بزرگوں کو بٹھلایا۔ نہایت ہی عقیدت مندانہ طریقہ سے علیک سلیک کے بعد راقم اثیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مؤدبانہ طور پر کہا کہ حضرت! میں قیدی ہوں اور کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔ صرف قہوہ پلا سکتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا لاؤ۔ میں خواب ہی میں فوراً تنور پر پہنچا جہاں روٹیاں پکتی تھیں۔ میں نے اس تنور پر گھڑا رکھا اور اس میں پانی چائے کی پتی اور کھانڈ ڈالی اور تنور خوب گرم تھا۔ جلدی ہی میں قہوہ تیار ہو گیا۔ راقم اثیم خوشی خوشی لے کر کمرہ میں پہنچا اور قہوہ دو پیالیوں میں ڈالا اور یوں محسوس ہوا کہ اس میں دودھ بھی پڑا ہوا ہے۔ بڑی خوشی ہوئی اور دونوں بزرگوں نے چائے پی۔ پھر جلدی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور خادم بھی ساتھ اٹھ گیا۔ میں نے التجاء کی کہ حضرت ذرا اور آرام کریں اور ٹھہریں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہمیں جلدی جانا ہے۔ پھر انشاء اللہ العزیز جلدی آجائیں گے۔ یہ فرما کر رخصت ہو گئے۔ راقم اثیم اس خواب سے بہت ہی خوش ہوا۔ فجر ہوئی اور ہمارے کمرے کھلے تو راقم اثیم استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت بھی تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں ہمارے ساتھ جیل میں مقید تھے اور ان کے سامنے خواب بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا میاں تمہیں معلوم ہے کہ حضرت انبیاء کرام اور فرشتوں کی (جو تمام معصوم ہیں) شکل وصورت میں شیطان نہیں آسکتا۔ واقعی تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کو دیکھا ہے اور میاں ہو سکتا ہے کہ تمہاری زندگی ہی میں تشریف لے آئیں۔ استاذ محترم کا راقم اثیم سے بہت گہرا تعلق تھا اور ان کے حکم سے ان کی علمی کتاب تدقیق الکلام کی ترتیب میں راقم اثیم نے خاصا کام کیا ہے۔ حضرت کی قبل از وفات اپنی خواہش اور ان کے جملہ لواحقین اور متعلقین کی قلبی آرزو کے مطابق ۱۶ر جمادی الاول ۱۴۱۱ھ، ۴ر دسمبر ۱۹۹۰ء کو مؤمن پور علاقہ چھچھ ضلع اٹک میں راقم اثیم نے ان کا جنازہ پڑھایا اور دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر سنت کے موافق دعاء مانگی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین!

خواب نمبر۲: راقم اثیم (حضرت شیخ الحدیثؒ) نے دوسری مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ حضرت شلوار پہنے ہوئے تھے اور گھٹنوں سے ذرا نیچے تک قمیص زیب تن تھی اور سر مبارک پر سادہ سا کلہ اوپر پگڑی باندھے ہوئے تھے اور کوٹ میں جو گھٹنوں سے نیچے تھا ملبوس تھے اور بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔ راقم اثیم کو پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جا رہے ہیں تو راقم بھی پیچھے پیچھے چل پڑا اور سلام عرض کیا۔ یوں محسوس ہوا کہ بہت آہستہ سے جواب دیا اور رفتار برقرار رکھی۔ راقم بھی ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ کافی دور جانے کے بعد زور زور کی بارش شروع ہو گئی۔ حضرت اس بارش میں بیٹھ گئے اور اوپر ایک سفید رنگ کی چادر تان لی۔ کافی دیر تک مغموم اور پریشان حالت میں بیٹھے رہے۔ پھر بارش میں ہی اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے اور پھر نظر نہ آئے۔ اس خواب کے چند دنوں بعد مہاجرین فلسطین کے دو کیمپوں صابرہ اور شتیلہ کا واقعہ پیش آیا کہ یہودیوں نے تقریباً بتیس ہزار مظلوم مسلمان مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں اور مریضوں کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد راقم اثیم خواب کی تعبیر سمجھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شدید بارش میں چادر اوڑھ کر بیٹھنا اور پریشان ہونا اس کی طرف

اشارہ تھا کہ تقریباً ستر لاکھ ظالم یہودیوں کے ہاتھوں تقریباً تیرہ کروڑ کی آس پاس کی مسلمان حکومتوں کی موجودگی میں جنہوں نے بے غیرتی کا مظاہرہ کیا اور مصلحت کی چادر اوڑھ رکھی ہے اور مظلوم مسلمانوں پر بارش کی طرح گولیوں کی بوچھاڑ ہورہی ہے۔

ان دو خوابوں میں راقم اثیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ خاصا عرصہ ہوا کہ راقم اثیم نے حیات حضرت مسیح علیہ السلام پر ایک مسودہ کی کچھ ترتیب بھی دی تھی۔ گو وہ مسودہ مکمل تو نہ تھا مگر خاصا علمی مواد اس میں جمع تھا۔ اس کی خاصی تلاش کی مگر مسودات کے جنگلات میں بسیار تلاش کے بعد بھی ناکامی ہوئی۔ سں مد کے کچھ حوالے مختلف شذرات پر ملے اور کچھ مزید حوالے جمع کر کے ان کو اس صورت میں حضرات قارئین کی خدمت میں یہ توضیح المرام پیش کی جارہی ہے۔ علمی، استدلالی اور حوالوں کی غلطیوں کی نشاندہی کرنے والے حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا جائے گا اور اصلاح میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز!

اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ دعاء ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے توحید وسنت پر قائم رہنے کی توفیق بخشے اور شرک وبدعت اور بری رسموں سے بچائے اور راقم اثیم کا اور ہر مسلمان کا خاتمہ بالایمان کرے۔ آمین ثم آمین!

(العبد العاجز، ابوالزاہد محمد سرفراز، یکم محرم الحرام ۱۴۱۷ھ، ۱۹ مئی ۱۹۹۶ء)

آپ کی تصنیف توضیح المرام ص۱۲ تا ۱۵ کے پیش لفظ کا یہ اقتباس آپ نے پڑھا۔ اس میں بہت کچھ ہونے کے باوجود، یہ عاجزی وانکساری ان کے اخلاص وورع کی دلیل ہے۔ حالانکہ آپ اپنے زمانہ کے نامور محدث، امام اہل سنت اور متکلم اسلام تھے۔ آپ نے جامعہ نصرۃ العلوم میں نصف صدی تک قرآن وسنت کی تعلیم دی۔ اخلاص کا پیکر تھے۔ ان کو دیکھ کر اکابر وصلحاء کے زہد وتقویٰ کا نمونہ دیکھنے کو مل جاتا تھا۔ آپ پنجاب کے معروف نقشبندی پیر طریقت مولانا حسین علیؒ کے شاگرد وخلیفہ مجاز تھے۔

آپ نے تحریک ختم نبوت کی طرح تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی گرفتاری پیش کی۔ غرض آپ کی زندگی جہد مسلسل کی زندگی تھی۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ رحمت عالم ﷺ کے دین متین کی ترویج کے لئے وقف رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی شایان شان بلند درجات نصیب فرمائے۔ مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالحق خان بشیر، مولانا عبدالقدوس قارن، قاری حماد الزہراوی، قاری راشد خان اور دیگر تمام متعلقین سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے اظہار تعزیت ودلی ہمدردی کے ساتھ اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

تکملہ

یاد آیا کہ پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کے اضافہ کے لئے تحریک جاری تھی۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر ان کو گجرات لائے۔ مولانا حمید اللہ خان، راقم کو ملانے کے لئے مولانا راشدی ان کے پاس لے گئے تو آپ نے پوچھا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت میں ہمارے دوست مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کا کیا حال ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ وہ تو انتقال فرماگئے۔ آپ نے انا للہ پڑھا اور پھر اجتماعی دعائے مغفرت کرائی۔ آپ کا حافظہ دیکھ کر محدثین کے حافظہ کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ اللھم احشرنا معھم ۰ آمین!

قرآن کی اجمالی تاریخ!

تلخیص: عبدالرحمٰن لدھیانوی

قرآن کریم کلام الٰہی کا وہ مبارک ومقدس مجموعہ ہے جو عہد رسالت میں سرکار دو عالم ﷺ پر مختلف اوقات میں وحی الٰہی کے ذریعہ نازل ہوا، اور تقریباً ۲۳ سال میں پورا ہوا۔ اس میں وہ قوانین وآئین اور قواعد وضوابط درج ہیں جو خلاق کریم نے اپنے بندوں کے لئے مرتب ووضع کئے اور جن پر چل کر انسان منزلی، مدنی، اقتصادی، تجارتی، سیاسی اور اجتماعی ترقیوں اور کامیابیوں سے بہرہ ور ہوسکتا ہے۔ اگر ہم پیغمبروں کو ریفارمر اور مصلحین کے نام سے تعبیر کریں تو جدید اور نئے خیال کے لوگ اسے بخوبی سمجھ سکیں گے۔ جن کی نظر تاریخ پر ہے۔ وہ اس امر پر متفق الرائے ہیں کہ ابتداء سے اصلاح عالم اور اصلاح اقوام کا کام ان ربانی (پیغمبروں) ہی کے ذریعہ ہوتا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ زمانہ کی ضروریات کے مطابق مختلف ضوابط نازل فرماتا رہا ہے۔ قرآن آخری ضابطہ اور آخری قانون ہے جو پوری دنیا کی اصلاح کے لئے صادر ونافذ ہوا ہے اور جس کے بعد اب قیامت تک اور کسی ضابطہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود ہی لے لیا ہے۔ منشائے الٰہی پورا کرنے کے لئے سرکار دو عالم ﷺ کے زیر ہدایت کلام اللہ کی حفاظت کی دو صورتیں اختیار کی گئیں۔ اوّلاً حفظ کرنا اور ثانیاً معرض تحریر میں لانا۔ قرآن کریم کے جتنے حصے نازل ہوتے تھے صحابہ کرامؓ یہی نہیں کہ انہیں یاد کر لیتے تھے بلکہ لکھتے بھی جاتے تھے اور ان کے متعلق بہت احتیاط برتتے تھے۔

حفاظ قرآن کی فراوانی وعظمت

عہد رسالت میں سینکڑوں حفاظ قرآن پیدا ہوگئے تھے۔ ان کی کثرت وفراوانی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ عہد صدیقی میں جب مسیلمہ کذاب نے خروج کیا ہے اور جنگ وقوع پذیر ہوئی۔ تو اس ایک جنگ میں شہدائے حفاظ کی تعداد ستر تھی۔ وہ زمانہ بڑا مقدس زمانہ تھا۔ علم کے ساتھ عمل لازمی تھا۔ قرآن برکت کے لئے نہیں بلکہ عمل وتدبر کے لئے پڑھایا جاتا تھا۔ جس کو جتنا قرآن یاد ہوتا تھا گویا وہ اس کا عامل ہوتا تھا۔ یہ حالت تھی کہ جب کوئی شخص ان میں سے دس آیتیں سیکھ لیتا تو بس کرتا اور اس وقت تک اس سے زیادہ نہ پڑھتا جب تک ان کے معانی پر عبور حاصل نہ کر لیتا اور انہیں سمجھ کر ان پر عمل شروع نہ کر دیتا۔ اس طرح جو حفاظ تھے وہ گویا نمونہ تعلیم قرآن تھے اور ان کے تمام اعمال وافعال قرآن کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ ان کا ہر عمل قرآن کریم کے احکام کی زندہ تفسیر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حفاظ کی اتنی کثیر تعداد کے شہید ہوجانے سے مسلمانوں میں ایک اضطراب پیدا ہوگیا تھا اور انہوں نے سوچا کہ اگر صورت یہی رہی تو ممکن ہے کہ آئندہ چل کر دشواریاں رونما ہوں۔ اس لئے انہوں نے اس ضبط تحریر میں لانے کی طرف توجہ مبذول کی۔

قرآن کی کتابت اور تعلیم تحریر

منتشر آیات قرآنی کو ضبط تحریر میں لانے کا کام حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے سپرد ہوا۔ وہی اسے لکھتے

تھے۔ ویسے اس میں حصہ ابوبکر صدیقؓ اور دیگر صحابہؓ نے بھی لیا۔ بعض صحابہؓ ایسے بھی تھے جو بطور خود قرآن لکھتے اور اسے اپنے پاس رکھتے تھے۔ اس وقت عربوں میں لکھنے پڑھنے والوں کی بہت کمی تھی۔ سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ بعثت نبوت کے وقت مکہ معظمہ میں صرف سترہ اشخاص ایسے تھے جو معمولی طور پر لکھ پڑھ سکتے تھے۔ رسول کریم ﷺ اس نعمت کو عام کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جب تک لکھے پڑھے لوگوں کی تعداد میں ترقی اور بکثرت اضافہ نہ ہو اس وقت تک یہ مقصد پورا نہ ہوسکتا تھا۔ اس لئے آپ نے لوگوں میں شوق تحریر پیدا کرنا شروع کیا۔ اسیران بدر میں جو لکھنا جانتے تھے ان کا فدیہ حضور ﷺ نے یہ مقرر کیا کہ وہ مدینہ منورہ کے دس دس افراد کو لکھنا سکھادیں اور اس کی تکمیل کے بعد خود کو آزاد سمجھیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بہت سے مسلمانوں کو لکھنا آ گیا۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کی زیر ہدایت شوق تحریر و علم عام ہوتا چلا گیا اور بکثرت مسلمان عہد رسالت ہی میں ایسے پیدا ہوگئے جو بخوبی لکھ پڑھ سکتے تھے۔ ابتداء میں تحریر کے لئے صرف چمڑے کے ورق استعمال کئے جاتے تھے۔ مگر بعد میں اور چیزیں بھی استعمال کی جانے لگیں۔ مثلاً کھجور کی شاخ، پتھر کی پتلی پتلی تختیاں، بکری یا اونٹ وغیرہ کے شانے کی چوڑی ہڈیاں۔ پالان کی لکڑی وغیرہ۔ کاغذ کے نام سے بھی اس عہد میں کوئی واقف نہ تھا۔

قرآن ایک جلد میں

یوں تو قرآن کریم حضور ﷺ کی حیات ہی میں معرض تحریر میں آ چکا تھا اور اس کا بڑا حصہ اسی دور میں مدون ہو چکا تھا۔ مگر اس نے ایک جلد میں نقل و مرتب ہونے کی صورت حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ہی پائی۔ جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن کی شہادت نے حضرت عمرؓ کے دل میں یہ اندیشہ پیدا کردیا تھا کہ اگر حفاظ قرآن اسی کثرت سے لڑائیوں میں شہید ہوتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہوجائے گا۔ اس لئے قرآن کو ایک مجلد کرلینا چاہئے۔ آپ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ آپ ہی نے حضرت صدیق اکبرؓ سے تحریک کی اور قرآن ایک جلد میں نقل کرلیا۔

عہد فاروقی میں تعلیم قرآنی کا شاندار نظام

حضرت عمرؓ کا عہد ہر قسم کی ترقیوں سے آراستہ عہد تھا۔ اس لئے اس زمانے میں قرآنی تعلیم کے سلسلہ نے بہت وسعت اختیار کی۔ آپ خود میلوں میں منڈیوں میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو قرآن پڑھ کر سناتے۔ آپ نے جابجا تنخواہ دار قاری اور معلم مقرر کئے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ لازمی تعلیم زمانہ جدید ہی کی اختراع ہے۔ لیکن آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ حضرت عمرؓ نے بدوؤں تک میں قرآن کی تعلیم لازمی کردی تھی۔ یہی نہیں بلکہ حضرت سفیانؓ کو اس امر پر مامور کیا تھا کہ وہ قبائل میں پھر کر ہر شخص کا امتحان لیں اور جسے قرآن کی کوئی آیت یاد نہ ہو اسے سزا دیں۔ آپ نے معلمین دین بھی جابجا اور ہر ملک میں مقرر کئے۔ جو نومسلموں کو قرآن اور فرائض اسلام کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ شام میں تعلیم دینے کے لئے تین صحابہ مقرر کئے گئے تھے۔ جو دمشق، فلسطین اور حمص میں درس دیتے تھے۔ ابتداء میں قرآن سیکھنے والوں کے روزینے مقرر کئے گئے تھے۔

فوجوں میں اس کا مطالعہ لازمی اور ضروری قرار دے دیا گیا تھا۔ گورنروں اور والیوں کو حکم تھا کہ وہ فوجیوں کو قرآن حفظ کرائیں۔ صرف حضرت سعدؓ بن وقاص کے لشکر میں تین سو حفاظ تھے۔ آپ نے ہر جگہ تاکیدی احکام بھیج دیئے تھے کہ قرآن مجید کے ساتھ صحت الفاظ واعراب کی بھی تعلیم دی جائے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ آپ نے ادب وعربیت کی تعلیم بھی لازمی کر دی۔ تاکہ لوگ خود ہی اعراب کی صحت وغلطی میں تمیز کر سکیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حفاظت واشاعت قرآن کے لئے جو کچھ کیا اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بالکل صحیح لکھا ہے۔ ’’امروز ہر کہ قرآن مے خواند از طوائف مسلمین۔ منت فاروق در گردن اواست۔‘‘ (آج کل جو کوئی مسلمانوں میں سے قرآن پڑھتا ہے اس پر حضرت عمر فاروقؓ کا احسان ہے۔)

یہ سب کچھ اس ملک میں ہوا جہاں صدیوں سے علوم وفنون کی کوئی ایک شعاع بھی نہ جگمگائی تھی۔ اس زمانہ میں ہوا جس میں کہ توسیع وتعمیم وتعلیم کا تصور بھی عرصہ دراز سے کسی دماغ میں قائم نہ ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں ہوا جو کسی یونیورسٹی اور کسی کالج کا سند یافتہ نہ تھا۔ البتہ انوار رسالت سے اس کا قلب ایک بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ جس قرآن کو اس پرآشوب زمانے میں مسلمان بالکل چھوڑے اور بھولے ہوئے ہیں۔ اس کی تعلیم کا اہتمام اس مبارک دور میں جس شان سے ہوا وہ مسلمانوں کے لئے سرمۂ بصیرت ہوسکتا ہے۔

اشاعت قرآن کے متعلق حضرت عثمانؓ کی مساعی

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کی مجلدات کی اشاعت سے پیشتر ہی تعلیم قرآن اطراف میں وسعت کے ساتھ پھیل چکی تھی اور مجلدات قرآن کی عدم موجودگی میں ابتری وانتشار کا کچھ اندیشہ پیدا بھی ہوسکتا تھا تو اسے یک جائی اور مجلد صورت میں پیش کر کے بالکل رفع کر دیا گیا۔ قرآن کا اولین مدون ومجلد نسخہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس رہا۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ کو ملا اور ان کے بعد آپ کی محترمہ صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کو منتقل ہوگیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ان سے یہ نسخہ لے کر ۲۵ھ میں اس کی سات نقول کرا کر مختلف صوبوں میں بھیج دیں۔ کتابت میں زبان قریش ہی کو قائم رکھا گیا۔ کیوں کہ رسول کریم ﷺ کی یہی قرأت تھی۔ دیگر قرأتوں کو ترک کر دیا گیا تاکہ اختلاف وتحریف کا اندیشہ باقی نہ رہے اور ان ممالک میں جو زبان عربی سے آشنا نہیں ہیں۔ قرأت کی صرف ایک صورت رائج رہے۔ اس معاملہ میں آپ نے اس درجہ احتیاط سے کام لیا کہ لوگوں کے پاس جو غیر مرتب نسخے پائے گئے وہ ان سے لے کر جلا دیئے گئے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ان نسخوں کو جلایا نہ تھا۔ بلکہ حکم دیا تھا کہ انہیں لپیٹ کر رکھ دیا جائے اور کوئی کام نہ لیا جائے۔ بہرکیف مقصد ایک ہی تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطنت کے بعید تر حصوں، شام، مصر اور البانیا میں قرآن کی قرأت میں بہت اختلاف تھا۔ جس کا رفع کرنا لازمی امر تھا۔ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت عثمانؓ جامع القرآن تھے۔ جامع القرآن تو نہ تھے۔ مگر اس میں کلام نہیں کہ آپ نے قرأت کا ایک واحد طریقہ رائج کر کے اور سورتوں کو ترتیب دے کر فتنہ تحریف کو ہمیشہ کے لئے فنا کر دیا اور آج کم وبیش چودہ سو سال کے بعد ہم قرآن کو اسی صورت میں پاتے ہیں جس صورت میں کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جمع اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں شائع کیا گیا تھا۔

قرآن کے مختلف اہم و متبرک نسخے

حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید کی جو نقلیں کرائی تھیں ان میں سے ایک مدینہ منورہ میں رکھ کر بقیہ جلدیں مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ بھیجی گئیں۔ رسالہ تہذیب الاخلاق بابت صفر ۱۳۲۹ھ میں علامہ شبلی نے ان نقول کے متعلق بڑی تحقیق سے لکھا تھا کہ مدینہ منورہ میں جو قرآن رکھا گیا تھا ۷۲۵ھ تک اس کا پتہ چلتا ہے۔ دمشق والے نسخہ کو ابوالقاسم سبتی نے ۶۵۷ھ جامع دمشق کے مقصورہ میں دیکھا۔ عبدالمالک کا بیان ہے کہ میں نے اسے ۷۳۵ھ میں دیکھا۔ سلطان عبدالحمید خان کے زمانے میں جامع مسجد میں جو آگ لگی تھی اس میں یہ نسخہ جل گیا۔ مکہ معظمہ میں جو نسخہ تھا وہ بھی ۷۳۵ھ تک موجود تھا۔ بصرہ اور کوفے والے نسخہ کے متعلق یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کس زمانے میں قرطبہ پہنچا اور وہاں سے عبدالمؤمن اسے بڑی شان وشوکت کے ساتھ اپنے دارالسلطنت میں لایا۔ ۶۴۵ھ میں وہ معتمد کے قبضہ میں آگیا۔ تلمسان کی فتح کے بعد یہ ابوالحسن کے قبضہ میں آیا۔ اس کے مرنے کے بعد پرتگیز میں پہنچا۔ وہاں کسی طرح ایک تاجر اسے لے آیا۔ ۷۴۵ھ میں شہر فارس پہنچایا۔ جہاں مدت تک یہ خزانہ شاہی میں محفوظ رہا۔ اس کے متعلق دوسرا بیان یہ ہے کہ یہ وہ جلد ہے جس کی تلاوت کرتے ہوئے حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تھے۔ یہ ایک مدت تک بنی امیہ کے پاس رہی۔ پھر دمشق سے منتقل ہوکر اندلس پہنچی۔ اندلس میں اسلامی سلطنت کے زوال کے بعد مراکش کے دارالخلافہ تونس میں منتقل ہوئی۔ علامہ ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق یہ آٹھویں صدی ہجری تک جامع بصرہ میں موجود تھا اور اس پر حضرت عثمانؓ کے خون کے دھبے نمایاں تھے۔ یہی نسخہ ۱۹۰۴ء میں بخارا سے روس کے قدیم پایہ تخت ماسکو میں پہنچا۔ وہاں سے پھر بخارا لایا گیا اور رجب ۱۹۲۳ میں بالشویکوں نے ترکستان پر دوبارہ تسلط جمایا تو وہ اس نسخہ کو پھر ماسکو لے گئے۔ جہاں سے اسے واپس لانے کی پھر سعی کی جاتی ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ نسخہ شریف امیر تیمور کے زمانے میں ابوبکر الشامی کی طرف سے حضرت شیخ عبداللہ کے مرقد پر رکھ دیا گیا تھا۔ جہاں سے بالشیکوں کے ہاتھ آیا علامہ مقریزی نے کتاب الخطط میں (جہاں قاضی فاضل وزیر اعظم سلطان صلاح الدین کے مدرسہ کا ذکر کیا ہے) لکھا ہے کہ اس کتب خانہ میں مصحف عثمانی کا نسخہ موجود تھا۔ جسے قاضی فاضل نے بیس ہزار اشرفی میں خریدا تھا۔ (تہذیب الاخلاق)

قرآن کی ایک ایک نقل حضرت علیؓ اور حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ نے بھی نقل اپنے طور پر کی تھی۔ حضرت علیؓ کا قرآن مشہد علی میں محفوظ ہے اور اس پر آپ کے دستخط بھی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن کے چند اوراق حضرت علیؓ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے لاہور کی شاہی مسجد میں بھی موجود ہیں۔ خدا معلوم یہ کہاں تک صحیح ہے۔ بہرکیف بیان کیا جاتا ہے۔

قرآن کے نقطے اور اعراب

حضرت عثمانؓ نے قرآن کے جو نسخے لکھوائے تھے وہ اعراب اور نقطوں سے خالی تھے۔ ان کے پڑھنے میں عربوں کو تو کوئی دقت نہ تھی۔ کیونکہ عربی ان کی مادری زبان تھی اور وہ قرأت رسول اللہ سے بھی بخوبی واقف تھے۔ لیکن نومسلم عجمیوں کو ان کے پڑھنے میں سخت دشواری پیش آتی تھی۔ ابوالاسود دؤلی المتوفی ۶۹ھ نے سب سے پہلے اس طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ انہیں حضرت علیؓ نے تدوین قواعد نحو کا حکم دیا تھا۔ لیکن بعض مورخین یہ لکھتے ہیں کہ

یہ خیال حضرت معاویہؓ کے زمانے میں پیدا ہوا اور بعض کے نزدیک عبدالملک بن مروان کے عہد میں یہ صورت پیش آئی۔ لیکن اوّل الذکر روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔

کوفہ اور بصرہ میں متعدد صحابہ آباد ہوگئے تھے۔ جن کی وجہ سے وہاں تعلیمات قرآنی کا بہت چرچا ہوگیا تھا۔ اسی بصرہ میں علم نحو کی تدوین ہوئی۔ جس کی وجہ سے لوگ صرف ونحو کی الجھنوں میں پھنس کر قرآن کی صحیح تعلیم کی طرف سے غافل ہوگئے۔ یہ زمانہ حجاج بن یوسف المتوفی ۹۱ھ کی گورنری کا زمانہ تھا۔ جو اپنے ظلم وستم رسائی کے باعث تاریخ اسلام میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ عجب امر یہ ہے کہ یہ انتہائی سنگ دل اور ظالم ہونے کے باوجود قرآن کریم سے ایک والہانہ محبت رکھتا تھا۔ اسی نے عجمیوں کی دقت اور دشواری کو محسوس کر کے قرآن مجید میں نقطے لگوائے اور نقطے لگے ہوئے قرآن کی متعدد نقلیں کرا کر اس نے مختلف ممالک میں بھجوادیں۔ قرآن سے حجاج کی محبت کا یہ عالم تھا کہ اس کے انتقال پر اس کے پاس سے چند سکوں اور اسلحہ کے علاوہ قران کا ایک نسخہ نکلا۔ جسے وہ ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا۔ (تاریخ ادبیات عرب، مصنفہ نکلسن ص۲۰۳)

ایک اور روایت ہے کہ حجاج نے حرفوں اور لفظوں کے ذریعہ اعراب کو ظاہر کر کے قرآن لکھوانا شروع کیا تھا۔ مگر چونکہ یہ طریقہ نقائص سے مملو تھا۔ اس لئے خلیل بن احمد المتوفی ۱۷۰ھ نے نقطوں کے عوض مروجہ زیر وزبر اور پیش کے علامات ایجاد کئے۔

عہد بنی امیہ وقرآن

خلافت بنی امیہ میں مطالعہ قرآن کو بہت وسعت نصیب ہوئی۔ خلیفہ عبدالملک ۶۵ھ نے بہت سی اصلاحیں کیں۔ اسے قرآن شریف سے عشق تھا۔ اس نے اپنے سکوں پر قرآن کی آیات کندہ کرائیں۔ عرب نستعلیق کے تمام نقائص دور کئے اور قرآن کے مطالعہ وتفسیر کو آسان سے آسان صورت دینے کی سعی وجہد برابر کرتا رہا۔ قابل ذکر امر یہ ہے کہ اسی عبدالملک نے دیکھا کہ اس کا لڑکا ایک کتاب ہاتھ میں لئے غزوات اسلام کے حالات پڑھ رہا ہے۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ یہ کتاب اس کے ہاتھ سے چھین کر نذر آتش کردی جائے۔ ساتھ ہی بیٹے کو تاکید کردی کہ قرآن کے مطالعہ میں مصروف رہا کرے۔

ولید بن عبدالملک المتوفی ۸۶ھ کے عہد میں شوق تعمیرات اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ جب کہیں چار آدمی اکٹھے ہوتے یا ملتے تو عمارات ہی کا ذکر کرتے۔ اس کا شوق تعمیر کے لئے تاریخ میں مشہور ہے۔ لیکن اس شغف وتوجہ کے باوجود اس کی یہ حالت تھی کہ وہ لوگوں کو قرآن حفظ کرنے کی برابر ترغیب دیتا رہتا تھا۔ جو لوگ حفظ نہیں کرتے تھے انہیں باضابطہ سزا دیتا تھا۔ حفاظ کو وہ پوری فیاضی کے ساتھ وظائف دیتا اور ان سے بہت خوش ہوتا تھا۔ اس ضمن میں ولید بن عبدالملک گویا حضرت عمر فاروقؓ کا پورا پیرو بنا رہا اور تعلیم قرآنی کو وسعت دینے میں اس نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ جانتے ہو کہ ولید بن عبدالملک دنیا کا کتنا نامور اور زبردست فرمانروا گذرا ہے اور اس کے قبضہ میں جتنے ممالک تھے اور اسے جتنی بڑی سلطنت نصیب ہوئی اس سے پہلے کبھی کسی فرمانروا کو نصیب نہ ہوئی تھی۔

سرحد چین سے لے کر مراکش تک تمام ممالک اس کے قبضہ میں تھے۔ فتوحات اسلامی کا ایک سیلاب تھا جو

اس زمانہ میں اُمڈا ہوا تھا اور مسلمان ہر طرف مجاہدانہ جوش وجذبہ سے لبریز ملک پر ملک فتح کر کے بڑھے جا رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ اتنے اقتدار وشکوہ کے مسلم فرمانروا کی کوششوں نے کیا نہ کچھ کر دیا ہوگا۔ یہ حالت تھی کہ دنیائے اسلام میں ہر طرف قرآن ہی قرآن نظر آتا تھا۔ تعلیم تھی تو اس کی، مدارس، درسگاہیں تھیں۔ کالج تھے، حفاظ کا کوئی شمار نہ رہا تھا۔ ہر گھر میں قرآن موجود تھا اور ہر جگہ اور ہر ملک میں پورے شوق وانہماک سے پڑھا جاتا تھا۔ گویا اس دور میں ہر طرف قرآن کی حکومت تھی۔ (ماخوذ از رسالہ مولوی ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ بمطابق فروری ۱۹۴۷ء)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مبارک عہد

ولید بن عبدالملک کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ۹۹ھ میں اشاعت تعلیم قرآن کی طرف خاص توجہات مبذول کیں اور ہمہ تن اسی طرف متوجہ ہوگئے۔ جس طرح ولید کے وقت میں ہر جگہ عمارات ہی کا ذکر رہتا تھا۔ اسی طرح ان کے عہد میں رعایا کے اندر ہر وقت قرآن اور مذہب کے چرچے سنے اور دیکھے جاتے تھے۔ انہوں نے توسیع تعلیم قرآن کو اپنا وظیفہ، عمل اور جزو ایمان بنالیا تھا۔ اسی عہد کی یہ برکت تھی کہ جہاں بھی کہیں دو شخص ملتے تھے تو ایک دوسرے سے لازماً یہی پوچھتا تھا کہ تم نے کتنا قرآن حفظ کرلیا ہے؟ کب تک ختم کرو گے؟ میں تو اتنا حفظ کر چکا ہوں۔ مہینے میں کتنے روزے رکھ لیتے ہو؟ رات کو کون سا وظیفہ پڑھتے ہو؟ اس زمانہ میں عہد صحابہ کی یاد تازہ ہوگئی تھی۔ مورخین نے ان کے عہد کو بھی خلافت راشدہ ہی کا تتمہ بتایا ہے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز خود بھی صحابہ کرامؓ ہی جیسی زندگی بسر کرتے تھے۔

قرآن کریم افریقہ میں

جب ملک کاہنہ کے زیر اقتدار بربریوں نے عرب حملہ آوروں کا مقابلہ شروع کیا۔ اس وقت دمشق کے تخت خلافت پر عبدالملک متمکن تھا۔ اسی زمانہ میں شمالی افریقہ میں قرآن کی جلدیں پہنچیں۔ بربریوں نے انہیں سر آنکھوں پر رکھا اور مسلمانوں کی مادی وروحانی دونوں طرح کی حکومت تسلیم کر کے مغلوب ہوگئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ بربریوں نے زور وقوت سے اسلام قبول نہیں کیا۔ بلکہ یہ لوگ فضائل اسلام اور محاسن مسلمین دیکھ کر مسلمان ہوئے۔ عبدالملک اور عبدالولید نے ان کے سامنے قرآن پڑھنے سنانے اور اس کی عبارت کے معانی ومطالب سمجھانے کے لئے عربی عالم اور فقیہ مامور کئے۔ یہی وہ لوگ تھے جن کی امداد سے ۹۲ھ میں طارق تسخیر ہسپانیہ کے لئے نکلا تھا۔ یہیں سے قرآن کی جلدیں سوڈان اور حبشی اقوام میں پہنچیں اور دریائے ٹانگر کے بالائی جانب تمام بستیاں قرآن کریم کے نور سے چمک اٹھیں۔ جس کی انتہاء یہ تھی کہ افریقہ کے شہر علم وفضل کے مرکز بن گئے۔ شہر ٹمبکٹو جو ۴۵۹ھ میں آباد ہوا۔ اسلامی علم وفنون کا گہوارہ بن گیا۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ چودھویں صدی عیسوی میں اس ملک کی سیاحت کے لئے آیا۔ وہ حبشی مسلمانوں کے متعلق لکھتا ہے۔ وہ پابند صوم وصلوٰۃ ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں۔ قرآن سوڈآن کے انتہائی مغربی حصہ میں ہوتا ہوا ابونور پہنچا۔ سوڈان سے لے کر مصر اور نوبیہ کی سرحد تک روشنی پھیلاتا چلا گیا اور اس طرح افریقہ کے مرکز تک پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اسلامی جدوجہد کے دونوں دریا باہم مل گئے۔

جو تبلیغ کی صورتوں میں ایک طرف مغرب سے اور دوسری طرف شمال مشرق سے بہنے شروع ہوئے تھے۔ افریقہ کے عین وسط میں پہنچ کر یہ دونوں دریا باہم بغل گیر ہوئے۔ (دعوت اسلام مصنفہ پروفیسر آرنلڈ ص ۳۴۲) بعد کو یہیں سے اسلام کے چشمے ابل ابل کر بالآخر سارے افریقہ میں پھیل گئے۔

قرآن کریم سپین میں

اس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم عبدالملک ہی کے عہد میں سارے افریقہ کو روشن اور منور کر چکا تھا اور ہر جگہ اس کی تعلیم ہونے لگی تھی اور عبدالملک کے بعد ولید تخت پر بیٹھا تو قرآن نے افریقہ کے سبزہ زاروں اور ریگستانوں کو عبور کر کے یورپ کا رخ کیا۔ موسیٰ بن نصیر افریقہ کی گورنری کے عہدہ پر فائز تھا۔ جس نے تمام علاقہ کو تہذیب و مدنیت کی برکات سے بہرہ مند کیا۔ بڑی بڑی اہم اصلاحیں کیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا۔ مدارس جاری کئے۔ تجارت کو فروغ دیا۔ جابجا کارخانے قائم کئے اور اس سرزمین پر خوشحالی پھیل گئی۔ مسلم حکومت اپنے ساتھ فتوحات عدل وانصاف اور اخلاق وانسانیت کی تمام برکات لے کر آئی تھی۔ جس سے افریقہ کے تمام باشندے بہرہ مند ہوئے۔ ہسپانیہ اس وقت گاتھ قوم کے مظالم وشدائد کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ بہت سے لوگ وہاں سے بھاگ کر افریقہ میں پناہ گزین ہوئے۔ موسیٰ کو حکومت ہسپانیہ کے ظلم وستم کی کیفیت معلوم ہوئی۔ بہت غصہ میں آیا اور اس نے خلیفہ سے اجازت لے کر طارق کو اس طرف روانہ کیا۔

طارق ۹۲ھ میں ہسپانیہ کو فتح کر کے اسلام کے جھنڈے کے نیچے لے آیا اور سیڈونیہ، ملاعہ، کارموران، غرناطہ اور قرطبہ، الجیرس، اور اسٹارگا میں قرآن کی جلدیں تقسیم کی گئیں۔ موسیٰ بھی خود قرآن کو ہاتھ میں لئے ہوئے سول، میڈرڈ اور ٹولیڈو کو فتح کرتا ہوا فرانس پہنچ گیا اور ولید ان دونوں جانبازوں شجاع فرزندان اسلام کو واپس نہ بلا لیتا تو بلاشبہ آج یورپ پر انجیل کی بجائے قرآن کی حکومت ہوتی۔ ہسپانیہ کے عیسائیوں کو تعلیمات قرآنی سے مسحور کر لیا اور وہ اسلام لانے لگے۔ اس کے بعد ہسپانیہ اسلامی علوم وفنون کا گہوارہ بن گیا۔

قرآن مغلوں اور تاتاریوں میں

تیرھویں صدی عیسوی میں حاکمان ایران کرگز نے قوبلائی خاں کے پوتے نے قرآن کے آگے سر جھکا دیا۔ جب مصر کے سلطان رکن الدین کے قاصدوں نے وہاں سے آ کر بیان کیا کہ برکہ خاں کے امیروں کے ہاں اور ہر ایک شہزادہ کے ہاں ایک ایک امام اور موذن مقرر ہے اور مکتب میں قرآن کی تعلیم باقاعدہ دی جاتی ہے۔ خود ہلاکو خاں کے بیٹے تکودار نے عیسائیت کو ترک کر کے اسلام قبول کر لیا۔ سلطان محمد نام رکھا اور بہت سے تاتاریوں کو مسلمان کیا۔

بدھ مذہب کے پیرو سلطان خازان کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی۔ اس نے مسلمان ہو کر اشاعت اسلام کی کوشش کی اور ایران کے مغلوں میں اسلام نے مضبوطی سے جڑ پکڑ لی۔ بلاد متوسط چغتائی خاں کے پڑپوتے براق خاں نے ۱۲۶۶ء میں مسلمان ہو کر اپنا نام سلطان غیاث الدین رکھا اور قرآن کی تعلیم وسعت کے ساتھ پھیل گئی۔ اسی اثناء میں سلطان کاشغر نے اسلام قبول کر لیا۔ جس کا نام تغلق تیمور خاں تھا۔ ازبک خاں کے اقتدار سے ۱۳۱۳ء سے ۱۳۲۷ء تک

سارے ملک نے اسلام قبول کرلیا۔ بلغاریہ میں قرآن ۳۱۰ھ میں پہنچ چکا تھا اور اس وقت تک اس کی تعلیم بھی شروع ہوگئی تھی۔ روس میں قرآن ۱۷۷۳ء میں پہنچا۔ ۱۷۷۷ء میں روس میں قرآن معہ تفسیر چار جلدوں میں شائع کیا گیا۔

مشرقی زبان میں قرآن کے تراجم

موحدین کی سلطنت الجزائر سے لے کر اندلس تک پھیلی ہوئی تھی۔ ۵۲۴ء سے لے کر ۶۶۷ء اسی زمانہ میں قرآن کا ترجمہ بربری زبان میں کیا گیا تو علماء وعوام نے اس کی مخالفت کی۔ ہندوستان میں ایک مدت دراز تک قرآن اپنی اصلی زبان میں رہا۔ آخر شاہ ولی اللہ صاحب نے فارسی زبان میں اس کا ترجمہ کیا اور فتح الرحمٰن اس کا نام رکھا۔ ہندوستان میں قرآن کریم کا سب سے پہلا ترجمہ یہی ہے۔ شیخ سعدیؒ نے بھی قرآن کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا ہے۔ اردو ترجمہ کا خیال حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فارسی ترجمہ ہی سے پیدا ہوا۔ اردو ترجمہ میں شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمہ کو امتیاز حاصل ہے جو موضح القرآن کے نام سے ۱۷۹۰ء میں شائع ہوا تھا۔ شاہ رفیع الدین صاحب نے تحت لفظی ترجمہ کیا۔ زبانوں میں قرآن کے ہندی، گجراتی، رومن اور ملایائی ترجمے کئے گئے ہیں۔ بیضاوی کی تفسیر قرآن کا ترجمہ ملایا۔ زبان میں معہ اصل عربی کے شائع ہوگیا ہے اور پنجابی وپشتو میں کیا جاچکا ہے۔ بنگالی اور مرہٹی زبان میں بھی ترجمے شائع ہوچکے ہیں۔ جاوی زبان میں بھی ترجمہ ۱۹۱۳ء میں ہوچکا ہے۔ اسی طرح چینی اور ترکی زبانوں میں قرآن کے ترجمے شائع ہوچکے ہیں۔ انگریزی میں بھی کئی علماء نے ترجمے لکھے ہیں۔ علامہ یوسف علی مرحوم کا ترجمہ وتفسیر بھی مشہور ہے۔ (ملخص از رسالہ مولوی بابت ماہ جمادی الاوّل ۱۳۶۶ھ مطابق اپریل ۱۹۴۷ء)

قرآن پاک کو سب لوگ عربی زبان میں پڑھیں۔ واقعی بہتر اور اعلیٰ طریق تو یہی ہے۔ ترجمہ میں ہزار سعی کی جائے مگر وہ خوبیاں کب پیدا ہوسکتی ہیں اور اصل عبارت کے لطف سے بہرہ ور ہونے کی یہی سبیل ہے۔

بشیر احمد قلندر بھی چل بسے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کنری کے ایک راہنماء جناب بشیر احمد قلندر بھی اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف روانہ ہوئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! جناب قلندر صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں کے دوسرے سجادہ نشین حضرت مولانا محمد عبداللہ المعروف حضرت ثانیؒ کے بھتیجے تھے۔ حضرت ثانیؒ کے بھائی لدھیانہ سے اندرون سندھ کنری آباد ہوگئے۔ جناب قلندر صاحب کے چھوٹے بھائی جناب رشید احمد نمبردار نے پوری زندگی بہت ہی درویشانہ گذاری۔ حالانکہ علاقے کے بہت بڑے زمیندار تھے۔ شکل وشباہت میں حضرت صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ سے ملتے تھے۔ ہمہ وقت مسکراہٹ چہرہ پر قدرتی طور پر تھی۔ پوری زندگی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستگی میں گذاری۔ تقریباً ۳۰ سال سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر چلے آرہے تھے۔ ساتھیوں سے کہتے تھے بس ختم نبوت کا کام کرو۔ حضرت صاحبزادہ محمد عابد صاحب کے انتقال کے بعد کافی ملول تھے۔ ورثا میں ایک بیوہ، چار بیٹیاں اور دو بیٹے ریاض احمد اور یاسر احمد چھوڑ گئے۔ ۱۴؍مارچ کو انتقال ہوا۔ ۱۵؍مارچ کو صبح ۹ بجے مولانا محمد علی صدیقی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے نماز جنازہ پڑھائی اور کنری کے قبرستان میں سپرد خاک کیا۔

ختم نبوت کے پاسبان!

مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ!

مولانا امداداللہ انور

’’الحمدلله وسلام علیٰ عباده الذین اصطفی ۰ امابعد!‘‘

ہمارے مخدوم محترم حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر قدس اللہ سرہ رشتہ میں میرے والد مولانا عزیز اللہ رحمانی کے ماموں زاد بھائی بھی تھے اور دادی کے بھائی کے بیٹے تھے۔ بچپن ہی سے میری تعلیم کی سرپرستی فرمائی تھی اور مختلف مواقع پر اصلاح کی بھی فکر کرتے رہے۔

ناچیز کا خط چونکہ عمدہ تھا۔ اس لئے اپنے مناظرہ کورس میں پڑھائے جانے والے ردقادیانیت پر مضامین کی اپنی خاص کاپی مجھ سے صاف قلم سے لکھوائی تھی۔ اگرچہ حضرت کا اپنا خط بھی نہایت پختہ تھا۔ مگر مصروفیات کی وجہ سے خود نہ لکھ سکے تھے۔ اسی کاپی کے مضامین جناب حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی صاحب نے اس زیر نظر کتاب میں طبع کئے ہیں۔

مولانا جب کراچی علامہ بنوریؒ کے مدرسہ میں مناظرہ کورس کراتے تھے تو سب کئی مرتبہ ان کے ساتھ رہا۔ حضرت صرف بنوری ٹاؤن میں درس دے کر سیدھا دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت آ جاتے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے پاکستان بھر کے بڑے بڑے جلسوں اور اجتماعات میں آپ سب سے زیادہ نمائندگی کرتے تھے۔ صاحب لسان وصاحب طرز خطیب تھے۔ نہایت علمی خطاب ہوتا تھا۔ خود ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ میں عارف والا جہاں ہر جمعہ پڑھانے کے لئے جاتا ہوں۔ اس مسجد میں پہلے کئی خطیب مقرر ہوئے اور دیگر بھی کئی نامور خطباء کا ذکر کیا۔ مگر کوئی بھی چند جمعوں کے بعد نہ ٹھہر سکا۔ کیونکہ ان کو مطالعہ کا زیادہ وقت نہ ملتا تھا۔ ناچیز نے جب بھی مجلس کے دفتر میں یا ان کے گھر میں ذاتی کتب خانہ میں دیکھا آپ نے کوئی نہ کوئی کتاب سامنے رکھی ہوتی تھی اور مطالعہ میں مصروف ہوتے تھے۔ یہ کثرت سے مطالعہ کی صفت میں نے ان میں یا حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ میں دیکھی تھی۔ دفتر ختم نبوت کی مرکزی لائبریری ہو یا گھر کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس پر آپ کے حاصل مطالعہ کے حوالے نہ لگے ہوں۔ ویسے یہ بات تو علمی حلقوں میں معروف ہے کہ آپ کو قادیانیت اور ردقادیانیت کے حوالے اور عبارتیں ازبر تھیں۔ اسی بناء پر ایک مرتبہ جنرل ضیاء الحق کے زمانہ حکومت میں اکابر علماء مولانا تقی عثمانی، علامہ خالد محمود وغیرہم کے ساتھ کیپ ٹاؤن افریقہ میں قادیانیت کے خلاف ایک عدالت میں پیش ہوئی۔ اس میں آپ ایسے قادیانیت شکن حوالے پیش کئے کہ اس عدالت نے بھی قادیانیوں کو کافر قرار دیا۔

آپکی کاپی جس کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے جب میں اس کو صاف نقل کر رہا تھا ایک جگہ مرزا قادیانی کی کوئی

عبارت تھی وہ مجھ سے قوانین عربیت کے مطابق نادانستہ طور پر لکھی گئی۔ حضرت نے ملاحظہ فرمایا تو کہا کہ اس عبارت پر ہمیں یہ اعتراض بھی ہے کہ یہ عبارت غلط ہے۔ آپ نے اس کو درست کیوں لکھ دیا۔ ایک مرتبہ میرے سر کے بال کچھ زیادہ ہی بڑھے ہوئے تھے۔ فوراً تنبیہ کی کہ کیا جنوں والی شکل بنا رکھی ہے۔ چنانچہ میں نے فوراً بال چھوٹے کرا لئے۔ ایک مرتبہ غیر مقلدین کے خلاف فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر اپنی ایک مدلل تحریر دکھائی تو بہت خوش ہوئے۔ کبھی کبھار جب خود بیمار ہونے کی وجہ سے کتابوں کا مطالعہ نہ کر سکتے تھے تو مجھ سے کتاب سنتے تھے۔ کبھی اپنے نواسے حافظ عبیداللہ سے کبھی اپنی نواسی عائشہ سے کبھی اپنے بیٹے مولانا عطاء الرحمٰن صاحب اور کبھی اپنے بیٹے حافظ قاری ضیاء الرحمٰن سے۔ (یہ دونوں حضرت کے جاری کردہ مدرسہ کے نظم ونسق اور تدریس کے امور سنبھالے ہوئے ہیں) علاقہ بھر میں حضرت کو عوام وخواص میں نہایت عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جب اپنے علاقہ میں پہنچتے تو سب تعظیم کرتے اور ایسا لگتا جیسے کوئی عظیم ہستی وارد ہوئی ہے۔

مہینہ بھر میں ایک آدھ جمعہ خود اپنی مسجد میں پڑھاتے تھے۔ لوگ بھی دور دور سے آپ کے جمعہ میں شریک ہوتے۔ خصوصاً رمضان المبارک کے جمعوں میں خاص اہتمام کرتے۔ مجلس کے علماء وخطباء سے بھی خطابت کراتے۔ خود صاحب کتاب مولانا محمد اسماعیل صاحب بھی بارہا وہاں جمعہ وغیرہ پر خطاب کر آتے ہیں۔ جس کی وجہ سے علاقہ بھر میں علم وعمل کا خاصا چرچا ہے۔ سب ایک ہی مسلک دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں۔ کوئی بریلوی، شیعہ، اہل حدیث نہیں ہے۔

عنایت پور میں آپ کے نہایت ہی قریبی عزیز حضرت مولانا محمد امین صاحب تھے جو آپ کے دورہ حدیث کے ساتھ تھے۔ بہت اعلیٰ علمی استعداد تھی۔ قرآن شریف سے بہت شغف تھا۔ حضرت بہلوی سے تعلق تھا۔ انہوں نے علاقہ بھر میں جو رسوم ورواج مروج تھیں ان کے خلاف گویا کہ جہاد کیا تھا۔ لیکن افسوس کہ وہ فطری طور پر بہت جذباتی تھے اور دعاء بعد نماز فرائض میں ہاتھ اٹھانے کے اور سماع اموات کے منکر تھے اور مولانا عبدالرحیم صاحب کو ان مسائل پر چیلنج بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن مولانا نے ان کو ہمیشہ مثبت جواب دیا تھا۔ کبھی مناظرہ تک نوبت نہیں پہنچائی۔ اس طرح سے علاقہ بھر میں فضاء کو مکدر نہیں ہونے دیا۔ مجھے بھی کئی مرتبہ ان مسائل پر کتابیں اور حوالے دکھاتے تھے اور حضرت تھانویؒ کی ایک کتاب میلاد النبی کے مواعظ پر مشتمل ہے اس میں حضرت سید احمد رفاعی کبیرؒ کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ اقدس پر حاضری اور آپؐ کے مصافحہ کرنے اور سلام کا جواب ملنے کا واقعہ ذکر ہے۔ مجھ سے منگوائی اس واقعہ سے وہ یہ ثابت کرتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے روضہ اقدس میں حیات ہیں اور حاضرین کا سلام سنتے ہیں۔ اسی طرح سے حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی کی کتاب ''النفائس المرغوبہ'' کا بھی استحضار رکھتے تھے۔ جس میں فرائض کے بعد دعاء وغیرہ کے مسائل کو مدلل طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ میں آپ کے نام کے تمام اجزاء بخوبی مترشح تھے۔ عبدیت کی شان بھی باکمال طور پر پائی جاتی تھی۔ مہربان بھی تھے اور سب سے زیادہ اشعر بھی تھے۔ دشمنان اسلام کے خلاف اور احقاق حق میں بڑی خدمات سرانجام دیں۔ ان کی تقریباً اسی سال سے زائد کی عمر خدمت اسلام میں اور احقاق حق میں

گذری تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے جزائے خیر عطاء فرمائے اور قبر کو جنت کا باغ بنائے اور اخروی درجات میں ترقی عطاء کرے۔

وفات

جب آپ کی وفات ہوئی تو ناچیز نے دفتر ختم نبوت میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کو اور خیر المدارس میں حضرت مولانا محمد صدیق صاحب شیخ الحدیث کو آپ کی وفات کی اطلاع دی۔ چنانچہ یہ حضرات آپ کے جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مرکزی رہنماء مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنی نگرانی میں غسل دلایا۔ اس خدمت میں مولانا کے ساتھ صاحبزادہ مولانا عطاء الرحمٰن ناچیز امداد اللہ انور، مولانا محمد اسحٰق ساقی، مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت شریک تھے۔ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب، شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان، مولانا اشعرؒ کے دورۂ حدیث کے ساتھی تھے اور پیرانہ سالی سے بطور خاص جنازہ میں شریک ہوئے۔ ان کو آپ کی وفات کا بہت دکھ تھا۔ جنازہ کی نماز بھی انہوں نے ہی پڑھائی۔ میں جنازہ کے وقت ان کے ساتھ کھڑا تھا۔ جنازہ کی ہر تکبیر ایسی کربناک آواز سے نکل رہی تھی کہ جیسے سارے غم آپ کی آواز میں جمع ہوگئے ہیں۔ بہرحال یہ آفتاب علم دنیا بھر میں خصوصاً پاکستان، بنگلہ دیش، انڈونیشیاء اور افریقہ میں اپنے علم کی روشنی پھیلاتے پھیلاتے بروز جمعرات سوا بارہ بجے دن ۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ، بمطابق ۲۲ مئی ۲۰۰۳ء افق دنیا سے غروب ہوگیا اور ساڑھے پانچ بجے بعد نماز عصر نماز جنازہ پڑھی گئی۔

جنازہ کے بعد آپ کو اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کردیا گیا۔ اس راقم الحروف ناچیز کو یہ سعادت حاصل ہے کہ آپ کو قبر میں اس ناچیز نے اتارا اور لٹایا اور سب کے آخر میں ان سے جدا ہوا۔ اللہ رب العزت آپ پر کروڑوں رحمتیں نازل کرے اور ختم نبوت کے صدقے آخرت میں حضرت خاتم النبیین آقائے دوجہاں ﷺ کی رفاقت نصیب کرے۔ آمین!

وفات کے بعد آپ کی بستی کے ایک آدمی نے اپنی فوت شدہ بیوی کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ بیٹھو ابھی آئی ہو کھانا تو کھالو۔ اس نے کہا میں جارہی ہوں۔ کئی دن ہوگئے ہیں ہمارا قبرستان روشن ہے۔ ایک عالم فوت ہوا ہے۔ اس کی تقریر ہے ہم سب نے سنی ہے۔ ناچیز راقم الحروف جب بھی اپنی اس بستی میں جاتا ہے تو حضرت قدس سرہ کی مزار پر لازمی طور پر حاضری دیتا ہے اور دعاء کرتا ہے۔

ایک صاحب کشف نے آپ کی قبر پر روحانی انوارات دیکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا محمد اسماعیل مدظلہ العالی کو جزائے خیر عطاء کرے جنہوں نے ہمارے حضرت کے کچھ حالات وخدمات کتابی شکل میں جمع کئے ہیں۔ انہوں نے بڑی حد تک آپ کا حق صحبت ادا کردیا ہے۔ مختصر طور پر چند باتیں قلمبند کردی ہیں۔ کتاب چونکہ طباعت کے مرحلہ کے لئے تیار ہے۔ اس لئے طوالت سے احتراز کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ضمیمہ آئینہ قادیانیت!

مولانا مفتی محمد انور

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ اما بعد! حضور اقدس ﷺ نے اپنے بعد بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت کی پیشین گوئی مختلف احادیث میں بیان فرمائی تھی۔ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ سے لے کر ماضی قریب تک بہت سے جھوٹے نبی پیدا ہوئے۔ ان میں سے اکثر تو اپنے متبعین کے ساتھ ایسے نابود ہوئے کہ سوائے تاریخ کے اوراق کے ان کا وجود نہیں۔ البتہ ماضی قریب میں کچھ ایسے مدعیان نبوت پیدا ہوئے کہ ان کے دنیا سے جانے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین کی طرح ان کے متبعین کا وجود بھی بعض بعض علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ جس طرح قادیانی کے متبعین سے مسلمانوں کے دین وایمان کو بچانا ضروری ہے۔ اسی طرح ان جھوٹے مدعیان نبوت کی نشاندہی بھی اکابر نے ضروری سمجھی۔ تاکہ ان سے بھی ایمان کی حفاظت کی جاسکے۔

ان میں سے ایک ذکری فرقہ ہے۔ جس کے بانی محمد مہدی اٹکی ہیں جو ۹۷۷ھ کو پیدا ہوئے۔ اس نے پہلے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ بعد میں اجرائے وحی کا بھی دعویٰ کیا اور اس کی غیبت ۱۰۲۹ھ کو ہوئی۔ یہ فرقہ ملا محمد اٹکی کو خاتم النبیین سمجھتا ہے۔ یہ فرقہ قوم بلوچ میں زیادہ پھیلا۔ یہ لوگ تربت (بلوچستان) میں کوہ مراد کا حج کرتے ہیں۔

دوسرا فرقہ بابی ہے جو علی محمد باب کی طرف منسوب ہے۔ علی محمد ۲۰؍اکتوبر ۱۸۱۹ء کو شیراز کے ایک تاجر خاندان میں پیدا ہوا اور مختلف مراحل سے گزر کر ۹؍جولائی ۱۸۵۰ء کو مرزا تقی خان وزیراعظم ایران کے حکم سے قتل کردیا گیا۔

تیسرا فرقہ بہائیہ ہے جو حسین علی عرف بہاءاللہ کی طرف منسوب ہے۔ اس کی پیدائش ۱۸۱۷ء میں ایران میں ہوئی اور وفات ۸؍مئی ۱۸۹۲ء کو ہوئی۔ اس نے علی محمد باب کی پیش گوئی کے مطابق اپنے من یظہرہ اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۱۸۵۳ء میں اس نے اپنے اوپر وحی کا دعویٰ کیا اور پھر دس سال بعد ۱۸۶۳ء میں اپنی ماموریت کا کھلم کھلا اعلان کردیا۔

بہاءاللہ کی وفات کے بعد اس کے بڑے لڑکے عباس آفندی نے اس تحریک کی باگ ڈور سنبھالی۔ اس نے ۲۸؍نومبر ۱۹۲۱ء کو وفات پائی تو اس کا نواسہ شوقی آفندی اس کا جانشین بنا۔ اس نے ۴؍نومبر ۱۹۵۷ء کو لندن میں وفات پائی تو اس کے بعد ۲۷ آدمی ایادی امر اللہ، کے نام سے جماعت چلانے لگے۔ پھر انہوں نے ’’بیت العدل‘‘ کے نام سے ۹ آدمیوں کی کمیٹی تیار کی جو یکے بعد دیگرے ۹ آدمیوں کی تعداد کے ساتھ جماعت کا نظم ونسق چلاتے آرہے ہیں۔ اختصار کے ساتھ ان فرقوں کے بعض نظریات قلم بند کئے گئے ہیں۔ وفاق العربیہ کے امیر محترم حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ کے حکم پر ’’آئینہ قادیانیت‘‘ کے ضمیمہ کے لئے فقیر کی درخواست پر یہ مضمون حضرت مولانا مفتی محمد انور رئیس شعبہ دعوت وارشاد خیر المدارس ملتان نے تحریر فرمایا۔ جو پیش خدمت ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیں اور خود بھی ان سے بچیں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔ یرحم اللہ عبداً قال آمینا!

فقیر! اللہ وسایا ...... ۱۰؍ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

عقائد ذکری فرقہ

۱...... اللہ الھنا، محمد نبینا القرآن والمھدی امامنا امنا وصدقنا (ذکر الٰہی ص ۷)

۲...... نور پاک نور محمد مہدی رسول اللہ صادق الوعد الامین (ذکر الٰہی ص ۹)

۳...... قدسیوں کا رفیق ہے۔ بیٹھے باغ کا بلبل ہے۔ قرآن کی تاویل کرنے والا ہے۔ آخری نبی ہے اماموں کا سید ہے اور خاتم النبی ہے۔ نور محمد مہدی اوّل آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ (ذکر الٰہی ص ۳۸، ۳۹)

۴...... ذکریوں کا کلمہ: ”لا الہ الا اللہ نور پاک نور محمد مہدی رسول اللہ “ لیکن سفرنامہ مہدی ص ۵ میں اس کلمہ میں نور پاک کا لفظ نہیں لکھا۔ (بینات ص ۱۳)

۵...... ”لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین نور پاک نور محمد مہدی رسول اللہ صادق الوعد الامین “ (ذکر وحدت ص ۱۶، ۱۷، نور تجلی ص ۱۱۸، ۱۲۲، ذکر الٰہی ص ۱۰، ۱۱)

۶...... ”لا الہ الا اللہ نور محمد مہدی رسول اللہ صادق الوعد الامین “ (ذکر توحید ص ۴۷)

۷...... ذکری محمد اٹکی کو رسول آخر الزمان خاتم المرسلین مانتے ہیں۔ ”ونعت در شان حضرت سید المرسلین نور محمد مہدی اوّل الآخرین ہادی برگزین رب العالمین“ (سفرنامہ مہدی ص ۳)

۸...... تاویل قرآن: تاویل قرآن، نبی تمام، سید امام، مرسل خاتم رفیع الاکرام نور محمد مہدی اوّل آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام (ذکر الٰہی ص ۳۹، مطبوعہ ۱۹۵۶ء)

۹...... توئی خاتم جملہ پیغمبراں توئی تاجدار ہمہ سروراں، تو بودی پیغمبر بحق الیقین کہ آدم نہاں بود در ماء وطین (نور تجلی ص ۶۹، ۷۷)

۱۰...... امام رسل پیشوائے سبل ہمہ ہمچو برگ است او ہمچو گل (نور ہدایت ص ۷۹، نور تجلی ص ۷۶)

۱۱...... جس نے اللہ تعالیٰ کی خدائی پر اور میری پیغمبری پر ایمان لایا وہ مجھ سے ہے اور جو الٹے منہ پھرا اور شک کیا وہ کافر ہو گیا۔ (بینات ص ۱۷، از سیر جہانی قلمی نسخہ ص ۳۸)

۱۲...... قلمی نسخہ سیر جہانی ص ۱۶۸ میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ جو شخص تمام دوسرے پیغمبروں پر ایمان لا کر محمد اٹکی کی پیغمبری کا منکر ہو یا ذکری دین کو غلط سمجھے وہ کافر شمار ہو گا اور دوزخ سے خلاصی نہ پا سکے گا۔ (بینات ص ۱۸)

۱۳...... محمد مہدی تمام پیغمبروں سے افضل ہیں۔ تمام انبیاء کرام پر لازم ہے کہ وہ محمد اٹکی پر ایمان لائیں۔ (موسیٰ نامہ ص ۱۰۰، ۱۰۱، بینات ص ۲۵، ۲۶)

۱۴...... اور ہم کپڑے بالکل پاک پہنتے ہیں اور پلید سے ذکر الٰہی کرنا گناہ سمجھتے ہیں اور جو آدمی ہمارے مذہب میں چالیس دن ذکر الٰہی نہ کرے اس کو کافر یا ناکارہ سمجھتے ہیں۔ (میں ذکری ہوں ص ۳۱)

۱۵...... چنانچہ کوئی ایک ذکری بھی نماز نہیں پڑھتا ہے۔ اگر ان میں کوئی ایک بار بھی نماز پڑھے تو اس کو بد دین اور مرتد شمار کرتے ہیں۔ (ذکری مذہب کے عقائد و اعمال ص ۵۴)

۱۶...... ذکری نماز کی طرح ماہ رمضان کے روزہ کے بھی منکر ہیں۔ (ایضاً ص ۵۵)

۱۷...... ذکری زکوٰۃ کا بھی چالیسواں حصہ کی بجائے زکوٰۃ عشر لیا کرتے ہیں۔ (ایضاً ص ۵۵)

۱۸...... ذکری لوگوں کے نزدیک حج بیت اللہ منسوخ ہے۔ (ایضاً ص ۵۶)

۱۹...... ذکریوں کے نزدیک اللہ کے فرمان حتیٰ یاتی امر اللہ میں امر اللہ سے مراد مہدی ہیں۔

(نور تجلی ص ۵، بحوالہ ذکری مذہب کے عقائد و اعمال ص ۴۹)

عقائد بابی فرقہ

۱...... اے محبوب ذکر اعظم کی مہربانی کی قدر کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔ (سوانح علی محمد باب ص ۹)

۲...... حضرت باب نے نماز، روزہ، شادی، طلاق اور میراث کے بارے میں ان احکام کو قلمزد کیا جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے تھے...... آپ نے ایسے احکام نازل کئے جو اپنے مختصر عہد کے لئے ضروری تھے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ جب من یظہرہ اللہ کا ظہور ہوگا تو وہ مجاز ہوں گے کہ ان کے احکام (شریعت محمدی) کو برقرار رکھیں یا کسی حکم کو یا سب احکام کو تبدیل کر دیں۔ (ص ۹۳،۹۴)

۳...... کتاب البیان میں حضرت باب نے صاف اور واضح طور پر حضرت محمد ﷺ کے وہ احکام قلمزد کر دیئے تھے جو نماز، روزہ، شادی یا طلاق کے بارے میں تھے اور جن پر مسلمان ایک ہزار سال سے عمل کر رہے تھے۔ (سوانح علی محمد باب ص ۱۰۶)

۴...... حضرت باب نے نئے دور کا آغاز کیا ہے جو حضرت محمد ﷺ کے دور سے قطعاً جدا ہے۔ (ص ۱۰۶)

۵...... حضرت باب ایک نیا اور مستقل دین لائے ہیں۔ کانفرنس کے دوران ہر دن حضرت بہاء اللہ آیات نازل کرتے جو شرکاء کے سامنے پڑھی جاتیں اور ہر دن اسلام کے کسی ایک قانون کی منسوخی کا اعلان کیا جاتا۔ (ص ۱۰۶)

۶...... جناب طاہرہ نے یہ ثابت کیا کہ حضرت باب کا امر اسلام سے الگ ہے۔ (ص ۱۰۷)

۷...... حضرت باب ایک نئے ظہور (نئے دین) کے بانی ہیں اور اسی روحانی سلسلہ کے ایک فرد ہیں۔ جس میں حضرت محمد ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام یکے بعد دیگرے شامل ہیں۔

(سوانح حضرت بہاء اللہ ص ۱۳)

۸...... حضرت سید باب کے پیغام کو جھٹلانا ایسے ہوگا جیسے اس پیغام کو جھٹلانا جو پیغام حضرت محمد ﷺ، حضرت مسیح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر سارے پیغمبروں نے نازل کیا ہے۔ (سوانح حضرت باب ص ۱۲۳)

۹...... ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم دو شبانہ روز میں اتنی تعداد میں آیات الٰہی نازل کرنے کے قابل ہیں جو پورے قرآن کے برابر ہوں۔ (ص ۱۱۱)

۱۰...... آپ (باب) کے منصب دو طرح کے تھے۔ اوّلاً شارح رحمانی کہ آپ نے خدا کی قدرت وعلم اور مشیت وارادہ سے شریعت نازل فرمائی اور اس کے ذریعے سنن سابقہ کو منسوخ کر دیا۔ ثانیاً مبشر من یظہرہ اللہ آپ نے اپنے صحائف میں بار بار بشارات دیں کہ آپ کی بعثت کے نو سال بعد اس ہستی کا ظہور ہوگا۔ جسے خدا ظاہر فرمائے گا۔ چنانچہ حضرت بہاء اللہ کا ظہور ۱۸۵۲ء میں ہوا۔ (سوانح حضرت باب ص ۱۴۱)

عقائد بہائی فرقہ

اجرائے وحی کا دعویٰ اور ختم نبوت کا انکار

۱...... حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ ظہور موعود ہے نہ کہ دعویٰ نبوت یا نیابت تو واضح عقلی دلیل سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ مظہر امر اللہ شریعت سابقہ کو جاری کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مرتبہ، مرتبہ شارعیت ہے اور یہ مرتبہ سلطنت مطلقہ الٰہیہ کہلاتا ہے۔ (الفرائد ص۱۷۱)

۲...... مہدی کا ظہور اسلام کے خاتمہ اور شریعت جدید کی ابتداء کا سبب ہوگا۔ (ایضاً ص۱۸۶)

۳...... یہ خیال بالکل باطل ہے کہ اسلامی شریعت کے بعد کوئی اور شریعت نہیں آسکتی اور مظاہر امر خداوندی کا دروازہ جو امت کی ہدایت ونجات وخوشحالی کا سب سے بڑا دروازہ ہے جو ہمیشہ کے لئے بند ہے۔

(الفرائد ص۱۸۷)

۴...... اور نہ لفظ خاتم النبیین سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اب کوئی شریعت جدید اسلام کے بعد نہیں آئے گی اور نہ کلمہ لا نبی بعدی سے اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی صاحب الامر ظاہر نہیں ہوگا۔ (الفرائد ص۲۰۵)

۵...... قائم موعود کا اصل منصب ربوبیت وشارعیت ہے نہ کہ کسی شریعت کے ماتحت ہونا۔ (الفرائد ص۲۵۰)

۶...... حضرت بہاء اللہ نے ۲۱ اپریل ۱۸۶۳ء کو اپنی بعثت کا عظیم الشان اعلان کیا۔ اس ظہور اعظم سے دوبارہ شور قیامت مچ گیا۔ (ذکر ایام حضرت بہاء اللہ ص۵۴)

۷...... اڈریانوپل عکا سے بادشاہوں کے نام خطوط میں آپ نے اپنی روحانی ماموریت کا اعلان فرمایا۔ جب حضرت بہاء اللہ ارض مقدس میں اپنے قید خانہ میں تشریف لائے تو صاحبان ہوش نے محسوس کر لیا کہ وہ بشارات جو خداوند عالم نے اپنے پیغمبروں کی زبانی دو یا تین ہزار برس پہلے دی تھیں اب پھر ظاہر ہوئیں ہیں اور خدا کے وعدے سچے تھے۔ کیونکہ کچھ پیغمبروں پر خداوند عالم نے وحی فرمائی تھی اور خوشخبری دی تھی کہ رب الافواج کا ارض مقدس میں ظہور ہوگا۔ یہ سب وعدے پورے ہوگئے۔

(سوانح حضرت بہاء اللہ ص۵۸)

۸...... پیغمبروں کو بھیجنا خدا کی وہ سنت ہے جو جاری تھی اور خدا کی سنت جاری رہتی ہے۔ لہٰذا پیغمبروں کا آنا سنت اللہ کے مطابق نہ صرف ممکن بلکہ ضروری ہے۔ (ختم نبوت کی حقیقت ص۵)

۹...... پیغمبروں کا بھیجنا خدا کا سب سے بڑا فضل وکرم ہے۔ خدا کے فضل وکرم کے دروازے ہمیشہ کھلے رہے اور کھلے رہیں گے۔ (ختم نبوت کی حقیقت ص۵)

۱۰...... خدا نے کسی کتاب میں اور قرآن میں کہیں نہیں فرمایا کہ یہ کتاب اور شریعت آخری ہے اور اس پیغمبر کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ یہ باتیں امتوں اور لوگوں نے خود بنائی ہیں۔ (ختم نبوت کی حقیقت ص۱۳)

۱۱...... قرآن مجید میں مستقل رسولوں کی آمد کا دروازہ کھلا ہوا ہے کہ رسول آتے رہیں گے۔ نیا ذکر الٰہی یعنی کتاب و پیغمبر ضرور آئیں گے۔ حدیثوں میں فرمایا ہے کہ آنے والا موعود امر جدید اور شرع جدید لے کر آئے گا۔ مسیح موعود جہاد اور جزیہ کو ختم کردے گا۔ یہ کام ایک صاحب اختیار پیغمبر ہی کر سکتا ہے۔
(ختم نبوت کی حقیقت ص ۱۳)

۱۲...... اگر ختم نبوت کی حقیقت یہ ہوتی کہ آنحضورﷺ کے بعد کوئی پیغمبر صاحب شریعت نہیں آسکتا تو ضرور تھا کہ شریعت قرآن اپنی اصل حالت پر رہتی اور امت اس پر کامیابی سے چلتی مگر واقع ایسا نہیں۔ بلکہ سابقہ امتوں کی مانند امت محمدیہ اور گزشتہ شریعتوں کی مانند قرآنی شریعت وقت کا ساتھ نہیں دے رہی ہے۔ روز بروز مسلمان شریعت اسلام سے بیگانہ ہوتے جارہے ہیں اور احکام شریعت مضمحل ہورہے ہیں۔ یہ دست قدرت کا عمل کافی شہادت ہے کہ اب نئے دور میں نئی شریعت اور نئی روح زندگی کی ضرورت ہے۔ (ختم نبوت کی حقیقت ص ۱۸)

۱۳...... حضرت بہاء اللہ تمام انبیاء کے موعود ہیں۔ انبیاء علیہ السلام اس لئے نبی کہلاتے ہیں کہ وہ الیوم الموعود کی خبر دیتے ہیں۔ الیوم الموعود حضرت بہاء اللہ کے ظہور کا زمانہ ہے۔ (ختم نبوت کی حقیقت ص ۲۷)

۱۴...... کسی گذشتہ پیغمبر کے ماتحت نہیں ہوگا۔ بلکہ مستقل صاحب امر و شریعت ایک عظیم الشان دور جدید کا بانی ہے۔ ایک نیا نظام عالم قائم کرنے والا ہے۔ نئے آسمان و زمین بنائے گا جن میں راستبازی بسے گی۔
(ختم نبوت کی حقیقت ص ۳۰)

۱۵...... تورات، انجیل، قرآن میں یہ بات کہاں اور کس آیت میں لکھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام یا محمدﷺ کے زمانے میں نوع انسان اتنی ترقی کر گئی تھی کہ اسے کامل شریعت دی گئی۔ جب خدا اور رسول یہ بات نہیں فرماتے کہ یہودی و عیسائی پر مسلمان اپنی طرف سے کیوں بات بناتے ہیں۔
(ختم نبوت کی حقیقت ص ۸)

۱۶...... موجودہ زمانے میں جس نے حضرت بہاء اللہ کی پیروی کی اور آپ کی شریعت پر عمل کیا اس نے مومنوں کی راہ کی پیروی کی اور جو اس سے منحرف ہوا وہ حق سے منحرف ہوا اور آگ میں پڑا۔
(التبیان والبرھان حصہ دوم ص ۱۱)

۱۷...... خدا نے کسی شریعت کو ہمیشہ کے لئے نہیں بنایا اور اگر کوئی شریعت ہمیشہ رہنے والی ہوتی تو آدم یا نوح کی شریعت ہوتی۔ جبکہ شریعتیں بدلتی رہیں اور یہ تبدیلی شرائع کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے محمدﷺ تک جاری رہا ہے تو آئندہ کیوں نہ جاری رہے گا۔ کیا وجہ ہے کہ پہلی شریعتوں میں تبدیلی ہوتی رہی اور شریعت محمدیہ لاتبدیل ہوگئی۔ شریعت کا بدلنا قانون الٰہی ہے۔ (التبیان والبرھان حصہ اول ص ۱۹)

۱۸...... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قولوا خاتم النبیین ولاتقولوا لا نبی بعدہ اس کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرتﷺ کے بعد متصل نبی نہیں۔ (التبیان والبرھان حصہ اول ص ۶۸)

۱۹...... رسالت ہمیشہ جاری رہے گی جب تک نسل انسانی ہے رسول آتے رہیں گے۔ (ایضاً ص ۷۹)

۲۰...... قریب کی زندگی یعنی حضرت محمد ﷺ کے دور کے مومنوں سے مرتد بھی ہوئے۔ لیکن آخرت یعنی حضرت بہاء اللہ کے دور کے مومن مرتد نہ ہوئے۔ بلکہ اپنے ایمان میں ثابت قدم رہے۔

(التبیان والبرھان حصہ دوم ص ۱۰۴)

۲۱...... (سورج کا مغرب سے نکلنا) سورج سے آفتاب رسالت مراد ہے اور مغرب سے امت محمدیہ جس میں آفتاب رسالت غروب ہوا یعنی رفیق اعلیٰ سے جاملا۔ پس مغرب سے سورج کے نکلنے کے معنی یہ ہیں کہ امت محمدیہ کے اندر سے آفتاب رسالت دوبارہ طلوع کرے گا۔ (التبیان والبرھان حصہ دوم ص ۱۳۲)

۲۲...... جب پہلی بعثت حضرت محمد ﷺ کی رسالت ہوئی تو لازماً دوسری بعثت دوسری رسالت ہوئی جو حضرت بہاء اللہ کی رسالت ہے۔ (التبیان والبرھان حصہ دوم ص ۱۷۱)

۲۳...... چنانچہ مقررہ وقت پر حضرت بہاء اللہ پر کتاب اللہ نازل ہوئی اور اس کے ذریعے وراثت کتاب امت محمدیہ سے امت بہائیہ کو منتقل ہوگئی اور خدا کا وعدا پورا ہوا۔ (التبیان والبرھان حصہ دوم ص ۲۵۱، ۲۵۲)

۲۴...... حضرت بہاء اللہ کا ظہور اپنے سے پہلے تمام ادیان کی نظام شریعت کو بلاشرط منسوخ کرتا ہے۔

(ذکر ایام حضرت بہاء اللہ ۲۲۲)

☆: متحدہ پنجاب کی علمی، دینی، روحانی اور سیاسی تاریخ

☆: بگوی علماء و مشائخ کی خدمات جلیلہ

تذکارِ بُگوّیہ

ازقلم: صاحبزادہ ڈاکٹر انوار احمد صاحب بگوی

جلد اوّل: 1650ء تا 1945ء صفحات: 910

جلد دوم: 1945ء تا 1975ء صفحات: 924

ہدیہ مکمل سیٹ: -/1600 روپے رعایت: 30 جون تک -/1100 روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ حزب الانصار۔ شارع بگویہ بھیرہ ضلع سرگودھا (پاکستان)

موبائل نمبر: 03023305224 - 03016701340

تبصرہ کتب!

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔ادارہ

مسائل قربانی: مؤلف: مولانا محمد عبدالمعبود: صفحات: ۲۳۰: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ!

قربانی کی تاریخی شرعی حیثیت، ایام قربانی، احکام قربانی اور ذبح کے جدید آلات، قرآن وحدیث، آثار صحابہ اور جمہور فقہائے کرام کے زریں اقوال کی روشنی میں محققانہ، منصفانہ مفصل ومدلل بحث اس کتاب میں موجود ہے۔ اس کتاب پر پیش لفظ محقق عالم دین حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے لکھا ہے۔ ہر گھر اور ہر لائبریری کی ضرورت ہے۔ طباعت میں بہت اعلیٰ ذوق کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

القاسم نے ایک خصوصی نمبر تذکرہ وسوانح شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان شہیدؒ پر شائع کیا تھا جسے شیخ الحدیث مولانا محمد حسن شہیدؒ کی پرعزم زندگی، علمی وتدریسی کارنامے، محدثانہ جلالت قدر، عالمانہ وقار، سینکڑوں مدارس کا قیام وسرپرستی، فروغ علم کی لازوال جدوجہد، قومی وملی خدمات، لائق تحسین کردار، انفرادی واجتماعی ان گنت کارہائے نمایاں، سیرت واعمال کے ہمہ جہتی پہلوؤں پر مشتمل ایک پورے عہد کی ترجمان دستاویز قرار دیا جاسکتا ہے۔ پاکستان کے نامور عالم دین مولانا عبدالقیوم حقانی اس کے مرتب ہیں۔ اب اس خصوصی نمبر کو چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ ملنے کا پتہ: جامعہ ابوہریرہ خالق آباد ضلع نوشہرہ

امام لاہوریؒ کے رسائل: مؤلف: مولانا عبدالقیوم حقانی: صفحات: ۳۲۴: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد ضلع نوشہرہ!

چودھویں صدی کے ہندوستان میں شر غالب ہوا جس نے بادشاہ تک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ سو ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہجہان کے ادوار تک شر غالب رہا۔ ادھر خیر کی احراری لہر خواجہ عبیداللہ احرار کی صورت میں خواجہ باقی اللہ تک پہنچی۔ شیخ احمد سرہندیؒ لشکر کی صفوں میں گھس گئے اورنگزیب نے اس لہر کو دریا بنا دیا۔ اس دریا میں جہاز کی کپتانی حضرت امام الہند شاہ ولی اللہؒ کے حصے میں آئی جن سے برگ وبار پھوٹے۔ اس گلستان سے ہزاروں پھول اپنی خوشبو کے لے کر ہندوستان میں پھیل گئے۔ ادھر لاہور کے حصے میں شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ آئے۔ جنہوں نے اپنی زندگی لاہوریوں کے لئے وقف کر دی۔ امام لاہوریؒ کیا تھے شیخ ہجویری کا عکس جمیل، قادری سلسلہ کے بطل جلیل، احراریوں کا انداز، طائفہ منصورہ کا راز، محمود غزنوی کا ایاز پڑھئے اس کتاب، کو پتہ چلے گا کیا تھے۔ مردقلندر حضرت امام لاہوریؒ، حضرت لاہوری کے لکھے ہوئے رسائل کا یہ مجموعہ حضرت لاہوری کے زمانہ حیات سے شائع ہوتا رہا۔ آپ کے انتقال کے بعد یہ نایاب ہوگئے۔ اب القاسم اکیڈیمی خالق آباد نوشہرہ نے اسے شائع کیا۔ اس کی اشاعت پر مولانا عبدالقیوم حقانی ہزاروں مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ایک نایاب خزینہ اسلامیان وطن کی دسترس میں آ گیا۔ فلحمدللہ!

جماعتی سرگرمیاں!

ادارہ!

گوہرشاہی کے مرید کو سزائے موت کا فیصلہ

محمد سعید نامی شخص جو کہ بیگ کالونی گوجرہ روڈ جھنگ کا رہائشی ہے۔اس نے آج سے تقریباً پانچ، ساڑھے پانچ سال قبل اپنی بیٹی (خ) کی شادی مسمی عمردراز نامی شخص سکنہ بیگ کالونی کے ساتھ کردی۔شادی کے کچھ عرصہ بعد عمردراز نے اپنی بیوی سے کہنا شروع کردیا کہ گوہرشاہی میرا اللہ ہے۔میں خدا کو اللہ نہیں مانتا اور نہ ہی حضرت محمد کو مانتا ہوں۔اس بناء پر دونوں میاں بیوی کے درمیان اختلاف پیدا ہوگئے۔جس کی بناء پر مورخہ ۱۳/مارچ ۲۰۰۶ء کو عمردراز نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔دستاویز طلاق نامہ میں بھی عمردراز مذکورہ نے اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں ریاض گوہرشاہی کو اپنا خالق، مالک، دوزخ وجنت اور اسی کو اپنا مالک مانتا ہوں۔بعدازاں عمردراز نے جب اپنی بیوی کا سامان جہیز واپس کیا تو اس سامان میں عمردراز کے بھائی لیاقت کے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک پرچہ موجود تھا۔جس میں دیگر عقائد کے علاوہ یہ بھی درج ہے کہ گوہرشاہی آئے تو محمد گا دین ختم ہوگیا۔چھڈوے چھڈ اللہ محمد نوں۔گوہرشاہی دی پوجا کر۔(نعوذ باللہ) اس تحریر میں لیاقت علی نے مزید لکھا ہے کہ:”میں نے خود دیکھا گوہرشاہی کے ایک پاؤں تلے اللہ دوسرے پاؤں تلے محمد لکھا ہوا تھا۔“(نعوذ باللہ) محمد سعید مذکورہ بالا نے مذکورہ تحریر مولانا غلام حسین مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کے سپرد کی۔مولانا غلام حسین مورخہ ۱۸/مارچ ۲۰۰۶ء کو دیگر افراد ملازم حسین اور احمد نواز کے ہمراہ عمردراز اور لیاقت مذکورہ کی دوکان واقعہ سٹلائٹ ٹاؤن گئے اور ان دونوں سے اس تحریر کے بارے میں دریافت کیا تو لیاقت علی مذکورہ نے مذکورہ بالا تحریر کی زبانی تصدیق کی۔بلکہ اسی تحریر پر مزید یہ لکھا ہے کہ:”میں لیاقت علی اس کاغذ پر ریاض گوہرشاہی کے بارے میں جو تحریر لکھی ہوئی ہے یہ بالکل حق ہے حق ہے۔“بعدازاں مولانا غلام حسین نے مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں عمردراز اور لیاقت علی دونوں بھائیوں کے خلاف مقدمہ درج کرانے کے لئے S.H.O تھانہ صدر جھنگ کو درخواست دی۔جس پر دونوں ملزمان بالا عمردراز اور لیاقت علی کے خلاف مقدمہ نمبر ۱۶۶ مورخہ ۲۱/مارچ ۲۰۰۹ء بجرم 295-C ت پ درج ہوا۔مقامی پولیس نے ملزمان بالا کو گرفتار کر کے چالان عدالت کیا۔مقدمہ بالا کی سماعت بعدالت جناب سید اعجاز حسین شاہ صاحب سیشن جج جھنگ شروع ہوئی۔استغاثہ کی طرف مولانا غلام حسین، ملازم حسین، محمد سعید، محمد سعید کی بیٹی کے علاوہ رحمت اللہ A.S.I غلام حسین D.S.P اور مرزا غفار بیگ S.P انوسٹی گیشن (ریٹائرڈ) کے بیانات قلمبند ہوئے۔تمام گواہان نے ملزمان بالا کے خلاف شہادت دی اور استغاثہ کی تائید کی۔اس کے بعد سید اعجاز حسین شاہ سیشن جج کا تبادلہ ہوگیا۔موصوف کی جگہ نئے جج جناب ریاض الحسن علوی صاحب سیشن جج تشریف لائے۔مورخہ ۵/مارچ ۲۰۰۹ء کو دونوں ملزمان نے زیر دفعہ 342 ض ف اپنے بیانات روبرو سیشن جج قلمبند کراتے ہوئے کہا کہ گواہان نے ہمارے خلاف جو گواہی دی ہے وہ بالکل درست ہے۔ہم اب بھی اپنے عقائد پر قائم ہیں اور گوہرشاہی کو اللہ سے بڑا مانتے ہیں۔مورخہ ۲۷/مارچ ۲۰۰۹ء کو بحث سماعت کرنے کے بعد فاضل سیشن جج صاحب نے ہردو ملزمان لیاقت اور عمردراز کو سزائے موت اور پانچ، پانچ لاکھ روپے جرمانہ عدم ادائیگی پانچ سال قید بامشقت کا حکم سنایا۔(تحریر: محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ)

سرگودھا میں تحفظ ختم نبوت ریلی

۲۳/مارچ ۱۸۸۹ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنی جھوٹی نبوت کے پیغام کا آغاز کیا۔ مرزا ملعون کے کذب کو واضح کرنے کی مناسبت سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور شبان ختم نبوت سرگودھا کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان ریلی کا ۲۳/مارچ ۲۰۰۹ء کو انعقاد کیا۔ ریلی ختم نبوت اکیڈمی سے شروع ہو کر براستہ قینچی موڑ کالج روڈ گول چوک سے ہوتی ہوئی کچہری بازار پر اختتام پذیر ہوئی۔ ریلی جو کہ ۲ کلومیٹر کے فاصلے پر محیط تھی۔ جس میں ہزاروں موٹر سائیکلوں اور کاروں پر ختم نبوت کے پروانے ختم نبوت کے جھنڈے لہراتے ہوئے اپنے پیدل ناموس رسالت کے پہرہ داروں کے ہمراہ ہزاروں کی تعداد میں شریک ہوئے۔ ریلی کی قیادت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا نور محمد ہزاروی، مولانا مفتی شاہد مسعود، مولانا قاضی احسان احمد، قاری عبدالوحید، ملک ضیاء الحق، محمد فیصل اور دیگر علمائے کرام کر رہے تھے۔ سارا راستہ ختم نبوت زندہ باد، غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے۔ تاجدار ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے گونجتا رہا۔ ریلی سے ممتاز عالم دین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد رضوان نے خطاب کرتے ہوئے حکومت وقت سے مطالبہ کیا کہ کلیدی عہدوں پر سے قادیانی افسروں کو ہٹایا جائے اور امتناع قادیانیت آرڈی نینس کو ختم کرنے کی عالمی سازش پر عمل درآمد نہ کیا جائے۔ انہوں نے ہر سال ۲۳/مارچ کو ریلی نکالنے کا بھی اعلان کیا۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے ملک ضیاء الحق نے کہا کہ تمام مسلمانوں کو قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ کرنا چاہئے۔ مولانا مفتی نور محمد ہزاروی نے کہا کہ قادیانیوں کا تعاقب کرنا چاہئے اور ختم نبوت کے جھنڈے ہر مسلمان اپنی دوکانوں اور مکانات پر لہرائیں۔ مفتی شاہد مسعود نے کہا کہ سائنس کی جن کتابوں پر ڈاکٹر عبدالسلام کو مسلمان لکھا گیا ہے اس کا نام ختم کیا جائے۔ قاری عبدالوحید نے کہا کہ قافلہ ختم نبوت کے پہرہ دار مسلمان ہر قیمت پر ختم نبوت کا تحفظ یقینی بنائیں گے۔ ختم نبوت اکیڈمی سے لے کر اختتام ریلی تک تمام راستے علمائے کرام عقیدہ ختم نبوت، ناموس رسالت اور قادیانیوں سے بائیکاٹ پر اظہار خیال کرتے رہے۔

میرپور میں قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کے حوالہ سے تحریری رپورٹ

دیگر علاقوں کی طرح آزاد کشمیر کے سب سے امیر اور بڑے شہر میرپور میں بھی قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیاں بڑھ چکی ہیں۔ انتہائی پریشان کن صورتحال یہ ہے کہ یہ فرقہ جو مسلمانوں کے نام پر سب کو بیوقوف بنا رہا ہے اور سرکاری محکموں میں بڑی دیدہ دلیری سے ان لوگوں کو جگہ دی جا رہی ہے۔ اس کے لئے یہ لوگ دولت کا بے دریغ استعمال کر رہے ہیں۔ اس مقصد کے لئے جماعت احمدیہ ایک کثیر رقم خرچ کر رہی ہے۔ اس وقت میرپور کے اندر ڈیم کے ساتھ قادیانی مہاجرین کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جو میر ابنگیاں (بھڑکے) میں ایک ہی جگہ آباد ہیں۔ یہ جگہ چونکہ شہر سے خاصی باہر ہے اور یہ بے دین لوگ بڑی ڈھٹائی سے لوگوں کے اندر زہر سرایت کر رہے ہیں۔ یہاں سے ہو کر انہوں نے شہر کے اندر بے شمار کاروباری مراکز پر قبضہ کر رکھا ہے۔ زیادہ تر چوک شہیداں جو ایک بڑا کاروباری مرکز ہے۔ وہاں پر زیادہ تر سپورٹس کی دوکانیں ان کے زیر قبضہ ہیں۔ یہ فرقہ عام لوگوں میں اس طرح گھل مل جاتا ہے کہ عام لوگ ان کو مسلمان ہی تصور کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے نام اور ظاہری اطوار سے یہ مسلمان ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ اس وقت میرپور شہر میں مختلف محکمہ جات میں ان کی پوزیشن کچھ اس طرح ہے کہ: محکمہ صنعت وتجارت کے اندر تقریباً ان کے ۶ سے زائد افراد جو ایک ہی گھر (خاندان) سے تعلق رکھتے ہیں۔ مختلف اسامیوں پر کام کر رہے ہیں۔ ان میں کلرک سے ڈرائیور تک ہر اسامی موجود ہے۔ اس محکمہ میں

ان کی اکثریت کی وجہ محکمہ صنعت کے ایک اعلیٰ آفیسر (طارق بشیر شیخ جو اس وقت سیکرٹری لوکل گورنمنٹ ہے) جو محکمہ صنعت میں مختلف اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے اور اپنے دور تعیناتی میں جو بھی اسامی خالی ہوئی اس پر قادیانی ہی تعینات ہوا۔ یہ لوگ انتہائی چاپلوس ہونے کی وجہ سے آفیسران کے گھروں میں کام کاج کرنے اور اپنی جوان عورتوں کو بھی اس مقصد کے لئے استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے ایک قلیل مدت میں اپنی جگہ بنالی۔ محکمہ صنعت میں جو ایک ہی گھر کے افراد بھرتی کئے گئے ان کے نام درج ہیں۔۱......عبدالمنان ڈرائیور مربی (سروس تقریباً ۲۵سال سے زائد) جعلی سند کیس میں سزا بھی ہوئی۔ کیس ثابت ہونے کے باوجود بری کردیا گیا۔۲......محمد اقبال نائب قاصد (سروس ۲۶سال) عبدالمنان کا بہنوئی۔۳......ظفر احمد (مربی) جونیئر کلرک سروس تقریباً ۱۲سال (عبدالمنان کا سگا بھائی) بغیر اخباری اشتہار اور اسامی کو مشتہر کئے بغیر بھرتی عمل میں لائی گئی۔۴......جاوید اقبال جونیئر کلرک (اقبال کا بیٹا اور عبدالمنان کا بھانجا) بغیر اخباری اشتہار اور اسامی کو مشتہر کئے بغیر بھرتی عمل میں لائی گئی۔۵......سلیم احمد پائپ فٹر جو حال ہی میں بھرتی ہوا۔ بغیر اخباری اشتہار اور اسامی کو مشتہر کئے بغیر بھرتی عمل میں لائی گئی۔ (عبدالمنان کا حقیقی بھائی) ۶......فضل الرحمٰن جونیئر کلرک جو حال ہی میں فارغ ہوا ہے۔ البتہ وہ دوبارہ محکمہ میں آنے کی بھرپور کوشش کررہا ہے۔ (تایازاد بھائی)

محکمہ تعلیم: درج بالا اہلکاران کے دو بھائی جونیئر کلرک اور عبدالمنان کی بیوی (امت الرسول سینئر ٹیچرس) فی میل ونگ کی مربی۔ ان کا ہی ایک قریبی رشتہ دار ہیڈ کلرک (ماہنامہ الفضل میں کالم بھی لکھتا ہے)

آڈٹ آفس میرپور: نظیر السلام جو حال ہی میں منگلا اپ ریزنگ پراجیکٹ سے پروموٹ ہوکر بطور ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل مظفر آباد چلا گیا ہے، اصل سرغنہ۔ اس کے علاوہ بنک، برقیات، امور حیوانات، سماجی بہبود اور دیگر کئی محکموں میں یہ لوگ بھرتی ہیں اور تاحال بھرتی ہورہے ہیں۔ بطور غیر مسلم ان کا کوٹہ مقرر ہے۔ مگر اس معاملہ کو دبا کر رکھا گیا ہوا ہے۔ لہٰذا اس معاملہ میں ہمارے ارباب اختیار کو چاہئے کہ وہ فوراً اس حساس خطہ کے اندر پیدا ہونے والی بے چینی کو ختم کریں اور جو افراد غیر قانونی طریقے سے بھرتی ہوئے ہیں۔ انہیں فوراً سرکاری سروس سے برخاست کریں اور ان کی جگہ اہل افراد کو ملازمت دیں۔ یہ لوگ نہ صرف قادیانی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ اس وقت میرپور کے اندر یہ لوگ ایک قوت بن رہے ہیں اور باقاعدہ تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جو مسلمان علماء کرام کے لئے باعث تشویش ہے۔ اس کے لئے ہم سب کو مل کر ایک مثبت کردار ادا کرنا چاہئے۔ محکمہ انڈسٹری کے اندر ان لوگوں کو کئی پلاٹ بھی الاٹ کئے گئے ہیں۔ جن پر یہ باقاعدہ انڈسٹریاں چلا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی پلاٹ الاٹ کروا کر کاروبار کررہے ہیں۔ باقی تمام لوگوں کے لئے پلاٹ ختم ہوچکے ہیں۔ مگر ان کے لئے کہیں سے کوئی نہ کوئی پلاٹ محکمہ کے مخلص لوگ نکال لیتے ہیں۔ محکمہ انڈسٹری کے اندر ''میسرز طاہر ماربل'' قادیانی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ جہاں پر ڈش لگا کر لوگوں کو باقاعدہ پروگرام دکھائے جاتے ہیں اور خاص کر ورکرز کو قادیانیت کی طرف موڑنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے۔ جو ایک لمحہ فکریہ ہے۔

(نوٹ) حال ہی میں میرپور میں سیکٹر ڈی: 1 میں ایک دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا کھولا گیا ہے۔ جس کے لئے تمام محب وطن اور حب رسول رکھنے والے لوگوں سے التماس ہے کہ وہ اس دفتر کی کامیابی کے لئے تعاون فرمائیں۔ تاکہ اس دفتر کو بیس بنا کر قادیانیت کی بیخ کنی کے لئے مسلمان اپنی کوششیں جاری رکھ سکیں۔ تاکہ اس فتنہ کو کامیابی کے ساتھ منطقی انجام تک پہنچایا جاسکے۔ (مفتی خالد میر مبلغ مجلس آزاد کشمیر)

ملفوظ

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

امیر سوم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ایک جلسہ میں دوران تقریر فرمایا: ’’دیکھو! میں اپنی عمر کے آخری پیٹے میں ہوں، بوڑھا ہوگیا ہوں، شاید جدائی کا وقت قریب ہو، میں آپ دوستوں سے ایک ہی درخواست کرنا چاہتا ہوں، شاید آپ اس پر عمل کرکے میری قبر ٹھنڈی کریں۔

سرکاری حکام اور ارباب حل وعقد کو میری وصیت ہے کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت کے وفادار بن کر رہیں اور کسی عہدہ کے لالچ یا دنیا کی عارضی عزت کے بدلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی کرتے ہوئے منکرین ختم نبوت کی مدد یا حوصلہ افزائی نہ کریں، ورنہ ان کا حشر وہی ہوگا جو ان سے پہلے ان حکام کا ہوچکا ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا عہد وفا توڑ دیا اور دشمنانِ عقیدۂ ختم نبوت کے ہاتھ مضبوط کئے۔

عام لوگوں سے میری درخواست ہے کہ ایک وقت ایسا آسکتا ہے جب عقیدۂ ختم نبوت کا نام لینا جرم بن جائے گا، اللہ کرے ایسا نہ ہو، لیکن اگر حالات تمہیں ایسے موڑ پر لاکر کھڑا کردیں تو جان دے دینا مگر باوفا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کی عارضی تکلیف پر بے وفائی نہ کرنا اور اپنے عقیدہ پر جمے رہنا، یہاں تک کہ موت تمہیں دنیا کی ان عارضی چیزوں سے بچا کر اللہ کریم کی دائمی نعمتوں والی جنت میں داخل کردے۔

بلامعاوضہ

گزشتہ سالوں کے کئی کامیاب کورسز کے بعد اس سال بھی

خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ

تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

رنگوں کی مدد سے جدید انداز میں

چالیس روزہ

تجوید القرآن کورس

گرمیوں کی چھٹیاں قیمتی بنائیں

حضرات اور خواتین کی علیحدہ علیحدہ کلاسز

وقت درس

۵ جون تا ۱۵ جولائی

عصر تا مغرب
ایک گھنٹہ صرف

جو خواتین و حضرات کسی اور وقت تشریف لانا چاہیں وہ بھی رابطہ فرما سکتے ہیں۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے سند یافتہ علماء و عالمات کی زیر نگرانی
خالص تبلیغی، اصلاحی اور فرقہ واریت سے بالاتر ماحول میں صرف چند روز میں قرآنِ مجید صحیح با تجوید پڑھنا سیکھے۔

آج کے پریشان انسان کے پاس زندگی ہے...... عافیت نہیں، دل ہے...... اطمینان نہیں، روزی ہے...... برکت نہیں، مشکلات ہیں...... آسودگی نہیں اس لیے کہ...... عافیت، اطمینان، برکت وغیرہ تو اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں ملک، مال، سونا، چاندی، عہدے، جائیدادیں اور ڈگریوں کے حصول میں نہیں رکھیں بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد میں اور اپنے کلام میں رکھی ہیں۔ ممکن ہے یہی سال ہماری زندگی کا آخری سال ہو لہٰذا اسے غنیمت سمجھتے ہوئے اس کے قیمتی لمحات کو زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں، اللہ تعالیٰ کی رضا والے کاموں میں اور قرآنی محافل میں گزاریں اور دُنیا و آخرت کی برکتیں اور سعادتیں حاصل کیجئے۔

کورس کے اختتام کے موقع پر اِن شاء اللہ خوبصورت تحائف اور سندِ تجوید القرآن کورس دی جائیگی۔

حسبِ سابق اس سال بھی دیگر مدارس اور سکولوں کے منتظمین حضرات گرمیوں کی چھٹیوں میں ایسے کورسز کروانے کیلئے ادارے سے رابطہ فرمائیں۔ ادارے کی زیرِ سرپرستی کورسز منعقد کروانے والے مدارس میں شرکت کرنیوالے حضرات و مستورات کو خوبصورت تحائف و اسناد دی جائیں گی۔ مزید تفصیلات جوابی لفافہ بھجوا کر منگوائیں۔

جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات لاہور مین مارکیٹ کینال ویو، لاہور
042-7740903

ادارہ نشر العلوم (رجسٹرڈ) شعبہ تجوید القرآن کورسز پاکستان
Ph: +92-42-6118634
+92-42-7740901-3
Mob: 0300-0321-4634112
Idara Nashr-ul-Uloom, Main Market Canal View, Multan Road, Lahore-Pakistan.
E-mail: addawato-e-lallah@hotmail.com, info@addawato-e-lallah.com http://www.addawato-e-lallah.com

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان ﴿ہفت روزہ ختم نبوت﴾ کراچی گذشتہ چھبیس سالوں سے تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ اندرون و بیرون ملک تمام دینی رسائل میں ایک امتیازی شان کا حامل جریدہ ہے۔ جو مولانا مفتی سعید احمد جلال پوری صاحب مدظلہ کی زیرنگرانی شائع ہوتا ہے۔

زرسالانہ صرف ______ 350روپے

رابطہ کے لیے

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی نمبر 3
فون: 021-2780337

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. Number M-108

علماء کرام و خطباء حضرات سے اپیل

ہر ماہ کا
ایک جمعہ ختم نبوت کے لئے وقف کریں

O-- عقیدہ ختم نبوت دین کی اساس ہے چنانچہ صاحب الاشباہ والنظائر نے لکھا ہے جس شخص کو یہ معلوم نہ ہو کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔

O-- ۱۹۷۴ تک تمام مقررین و خطباء کی تقریروں میں عقیدہ ختم نبوت وردقادیانیت پر ضرور بیان ہوتے تھے۔

O-- آئین پاکستان کی رو سے قادیانی کافر ہیں جب کہ وہ خود کو مسلمان اور امت محمدیہ کو کافر کہہ کر آئین سے بغاوت کر رہے ہیں۔

O-- تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ کے بعد تحریک نظام مصطفی ﷺ تحریک ایم۔آر۔ڈی شیعہ سنی تنازعہ۔ لسانی قضیہ۔عراق۔ایران۔کویت۔عراق جنگیں۔افغانستان میں روسی پھر امریکی یلغار۔سقوط اعراق سے سانحہ لال مسجد تک کے سنگین مسائل کی وجہ سے ختم نبوت کے تحفظ کا کام اور قادیانیت کے احتساب کے عمل کو خطابت میں ثانوی حیثیت ہوگئی۔ حالانکہ نماز۔روزہ۔حج۔زکوۃ۔تبلیغ۔اور جہاد جیسے فرائض کا تعلق حضور ﷺ کے اعمال سے ہے اور ختم نبوت کا تعلق حضور ﷺ کی ذات سے ہے۔

لہذا:۔ اب تمام خطیب حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ ہر ماہ کا ایک جمعہ مسئلہ ختم نبوت کے بیان کے لئے وقف کر کے شفاعت نبوی کے مستحق بنیں۔

والسلام

مولانا خواجہ خان محمد صاحب

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت